محمد یوسف کوکن عمری - ایم - اے
ریڈر عربی و فارسی و اردو
مدراس یونیورسٹی

سنہ ۱۹۵۸ عیسوی

مصنف کی دوسری کتابیں

۱ - امام ابن تیمیہ امام المفسرین ، ترجمان سنت ، مجدد عصر ، علامہ شیخ الاسلام تقی الدین ابو العباس احمد بن شہاب الدین ابو المحاسن عبدالحلیم بن مجدالدین ابو البرکات عبدالسلام ابن تیمیہ الحرانی الدمشقی المتوفی سنہ ۷۲۸ ھ کے سوانح حیات اور تجدیدی کارناموں پر عربی اور اردو میں دو چار مستند کتابیں شایع ہوچکی ہیں - اس کے باوجود یہ تصنیف ان سب میں ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہے - امام موصوف کے خاندان اور خود ان کے سوانح حیات کو مفصل بیان کیا گیا ہے اور مختلف عنوانوں کے تحت ان کے تجدیدی کارناموں کو اجاگر کیا گیا ہے - پڑھنے کے بعد خود ہی اندازہ لگالیا جاسکتا ہے کہ یہ کس پاے کی کتاب ہے ، ہماری تعریف کی ضرورت نہیں ہے - مصنف نے دوران قیام مصر میں دمشق کی بھی سیر کی تھی اور امام موصوف کی دائمی خوابگاہ کا فوٹو لیا تھا - اس کتاب میں یہ فوٹو بھی شامل ہے - کتابت اور طباعت دیدہ زیب اور کاغذ سفید اور عمدہ ہے - ضخامت تقریبا ساڑھے پان سو صفحے طباعت تقریبا تکمیل کو پہنچ چکی ہے - قیمت غیر مجلد چھ روپیہ - شایقین مصنف سے خط و کتابت کریں

۲ - اصل الاصول فی بیان مطابقة الکشف بالمعقول و المنقول فخر الاولیاء علامہ سید شاہ عبدالقادر مہربان فخری میلاپوری مدراسی المتوفی سنہ ۱۲۰۴ ھ نے اس نام سے فارسی زبان میں علم تصوف پر ایک ضخیم کتاب لکھی تھی جو ایک مقدمہ ، ۴۷ سینتالیس اصول اور ایک خاتمہ پر مشتمل تھی - علم تصوف پر اس سے بہتر مرتب اور مفصل تصنیف نہیں مل سکتی - مختلف قلمی نسخوں کی مدد سے اس کا ایک صحیح ایڈیشن مرتب کیا گیا ہے اور اس پر ایک عالمانہ مقدمہ لکھا گیا ہے - ضخامت تقریبا آٹھ سو صفحے - یہ کتاب بھی تقریبا تکمیل کو پہنچ چکی ہے شایقین مدراس یونیورسٹی سے طلب کریں

از

محمد یوسف کوکن - ایم - اے

ریڈر عربی و فارسی و اردو ' مدراس یونیورسٹی

ویلور کرناٹک کے پرانے شہروں میں سے ایک شہر ہے ۔ آجکل وہ ضلع شمالي آرکاٹ صوبۂ مدراس کا صدر مقام ہے ۔

اٹھارویں صدی عیسوی کی ابتدا میں جب کہ نواب سعادت اللہ خان آرکاٹ کے حکمران تھے ' اس شہر کو بڑی ترقي ہوی ' کیونکہ نواب موصوف اہل نایط سے تھے ۔ اور انھوں نے اپنے زمانہ حکومت میں اپنے خاندان کے مختلف افراد کو بڑی بڑی نوکریاں دیں ان کے چھوٹے بھائی غلام علي کو ویلور کا علاقہ بطور جاگیر کے ملا ۔ اور اس طرح اہل نایط مختلف جگہوں سے سمٹ کر کرناٹک کے مختلف شہروں میں آباد ہونے لگے ۔

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ دکن کي اسلامی حکومتیں اورنگ زیب کي بدولت بالکل ختم ہوچکي تھیں ۔ اب مرھٹوں نے پہلے سے زیادہ بیجاپور ' کونکن اور دوسرے علاقوں پر چھاپے مارنے شروع کردئے تھے ۔ جس کي وجہ سے کسي کو بھي امن اور اطمینان نصیب نہیں تھا ۔ لوگ قحط سالی کي وجہ سے بھی بالکل پریشان حال تھے ۔ خاندان کے خاندان اپنی اپني بستیوں کو چھوڑ کر ہجرت کررہے تھے ۔ اس وقت کرناٹک کا علاقہ ہی انھیں پر

امن نظر آرہا تھا ۔ چنانچہ بہت سے اہل علم نے کرناٹک کے مختلف شہروں میں آباد ہونے کی کوشش کی ۔ بعض لوگ ویلور آئے ۔ انہیں میں سے مولانا محمد حسین بیجاپوری بھی تھے جو اس زمانے کے مشہور عالم تھے اور ویلور کے اکثر اہل علم نے ان کے سامنے زانوے ادب تہ کیا تھا ۔

باقر آگاہ کا خاندان بھی بیجاپور سے ویلور آیا تھا ۔ اب ٹھیک طور پر یہ معلوم نہیں ہے کہ ان کا خاندان کس سنہ میں ویلور آیا ، مگر باقر آگاہ یہیں ۱۲ رجب سنہ ۱۱۵۸ ھجری کو پیدا ہوے ان کے والد ماجد کا نام محمد مرتضیٰ تھا ۔ وہ عوام میں محمد صاحب کے نام سے مشہور تھے ۔

تعلیم و تربیت

باقر آگاہ نے دستور کے مطابق سب سے پہلے قرآن مجید شروع کیا اور اس کو سات سال کی عمر میں ختم کرلیا ۔ اس کے بعد فارسی کی درسی کتابیں پڑھنی شروع کیں ۔ ان کے چچا شیخ حبیب اللہ خود ایک مدرس تھے جو حضرت قربی کے ارشد تلامذہ میں گنے جاتے تھے آگاہ نے گلستاں سے لیکر تحفۃ العراقین تک تمام فارسی کتابیں ان سے پڑھیں ۔ اس کے بعد حضرت سید شاہ ابوالحسن قربی (۱) قدس سرہ سے فارسی کی اعلی کتابیں سکندر نامہ اور قرآن السعدین و غیرہ پڑھیں ۔

---

(۱) سید شاہ ابو الحسن قربی کا خاندان بھی بیجاپور سے ویلور آکر آباد ہوا تھا ۔ ان کے والد سید شاہ عبداللطیف نقوی اپنے خاندان کو لیکر بیجاپور سے نکلے اس وقت قربی کی عمر چار سال کی تھی ۔ وہ دو سال شانور میں رہے اور پھر چھ سال آرکاٹ میں گزارے اس کے بعد تقریباً سنہ ۱۱۳۰ ھ میں ویلور آئے اور یہیں مقیم ہوگئے ۔

ویلور میں آگاہ کی تعلیم کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ ان کو کسی وجہ سے تنجاوُر یعنی ترچناپلی چلا جانا پڑا ۔ مگر وہاں بھی انہوں نے اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا ۔ ایک صوفی منش بزرگ مولوی ولی اللہ سے عربی صرف و نحو کی کتابیں پڑھنی شروع کیں ۔ اور ان سے المصباح کا دو تہائی حصہ اور الضوء فی شرح المصباح کا ایک جز پڑھا ۔ باقر آگاہ کی علمی استعداد اتنی ہوچکی تھی کہ وہ کتابوں کو پڑھکر سمجھ لے سکتے تھے ۔ مولوی ولی اللہ نے انہیں ترغیب دی کہ وہ اپنا

سن شعور کو پہنچنے کے بعد یہیں قربی کی تعلیم شروع ہوی ۔ انہوں نے مولانا محمد حسین بیجاپوری سے فارسی اور مولانا محمد ساقی سے عربی پڑھی ۔ مولانا محمد فخرالدین مہری نایطی سے جو اس وقت کے ایک مشہور صوفی تھے تصوف اور سلوک کی تعلیم حاصل کی ۔ چونکہ بلا کے ذہین تھے ۔ اس لئے تھوڑی ہی مدت میں تمام علوم متداولہ میں کمال حاصل کرلیا ۔

قربی نے مولانا محمد فخرالدین نایطی سے بیعت کی اور قادریہ طریقے پر ان سے خرقہ خلافت پایا ۔ پھر حضرت سید محمد علی قدس سرہ اور حضرت خواجہ رحمت اللہ نایب رسول اللہ سے قادریہ ، نقشبندیہ چشتیہ اور رفاعیہ سلسلوں کی اجازت حاصل کی ۔ پھر شیخ محمد مخدوم ساوی سے اذکار اور وظایف میں استفادہ کیا ۔ اس طرح بہت جلد وہ لوگوں میں مشہور اور معروف ہوگئے ۔ ہر ایک کے دل میں ان کی عظمت بیٹھ گئی سیکڑوں آدمی ان کے ہاتھ پر بیعت کرکے اُن کے مرید ہوگئے ان کو ویلور اور صوبہ مدراس میں تقدس کا بہت بڑا درجہ حاصل ہوگیا ۔ اس کا نتیجہ ہے کہ آج تک ان کے خاندان کو بہت بڑا مذہبی تقدس حاصل ہے ۔ لوگ ان کا بہت بڑا احترام کرتے چلے آتے ہیں ۔

سارا وقت مختلف علوم و فنون کی کتابوں کے مطالعے پر صرف کریں ۔ چنانچہ آگاہ نے ایسا ہی کیا ۔ اور تھوڑی مدت میں علوم متداولہ پر ایک گونہ عبور حاصل کرلیا ۔

ویلور میں باقر آگاہ کو سید شاہ ابوالحسن قربی کے ساتھ جو عقیدت پیدا ہوی تھی وہ نتھڑنگر جانے سے کم نہیں ہوی۔ انہوں نے سنہ ۱۱۷۵ھ میں جب کہ ان کی عمر صرف سترہ سال کی تھی ، قربی کے متعلق ایک پر زور فارسی قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ تھا ۔

آفتاب اوج وحدت ماهتاب برج دیں
کاشف اسرار قربت صاحب عین الیقین

یہ قصیدہ جوش عقیدت سے لبریز تھا ۔ قربی نے اس قصیدے کو بہت پسند کیا ۔ اور اس کے جواب میں یہ لکھا ۔

" قصیدۂ غرا کہ در مدح فقیر حقیر بود رسید معاینش دیدہ دعاے اللهم زد فزد کردہ آمد بایں قدر علم چنیں فکر صایب بظہور آمد ۔ چوں زیادت علم شود فکر کارها خواهد کرد کہ سزاوار آفرین تام و تحسین تمام خواهد بود ۔ بعض محال اصلاح طلب است اگر در حضور می بودند ظاهر کردہ می‌شد ۔ والسلام "

قصیدے کی سلاست اور روانی اور اس کے جوش اور جذبے سے قربی نے اندازہ لگالیا تھا کہ باقر آگاہ آگے چلکر شاعری میں بڑا نام پیدا کرینگے ۔ اس بے بضاعتی علم پر ان کے فکر سخن کی یہ کیفیت ہو تو وفور علم کے بعد اس کی کیا کیفیت نہ ہوگی قربی کی پیشینگوئی سچی اور دعاے اللهم زد فزد مقبول ثابت ہوی چنانچہ وہ تھوڑے ہی زمانے میں سرآمد شعراء روزگار ہوگئے اور

کرناٹک کے اکثر شعراء انھی سے اصلاح لینے لگے -

دو سال بعد یعنی سنہ ۱۱۷۷ ھ میں باقر آگاہ نتھڑنگر سے ویلور چلے آئے - اور اس مرتبہ قربی سے نہ صرف تعلیم و تعلم اور مشق سخن کا سلسلہ جاری رکھا بلکہ ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کرلی اور ان کے مرید ہوگئے -

کسب سخن اور کسب سلوک کے علاوہ قربی کی صحبت سے آگاہ کو ایک بہت بڑا فائدہ یہ پہنچا کہ ان کو عربی نظم و نثر کے لکھنے پر بھی بڑی قدرت حاصل ہوگئی - قربی اس دور کے بہترین ادیب اور خطیب تھے - عربی شعرا کا کلام اور مختلف ادیبوں کی عبارتیں انہیں ازبر تھیں - جمعہ میں وہ فصیح وبلیغ عربی خطبے دیا کرتے تھے - ان کے اس جوہر کمال سے بہت سے وابستگان علم نے فائدہ اٹھایا - چنانچہ نواب غلام غوث خان اپنے تذکرہ گلزار اعظم میں قربی کے حالات کے تحت لکھتے ہیں -

" نثر عربی بکمال فصاحت و بلاغت تحریر می نمود و ازیں مایدہ پر فایدہ مستفیدان خود را متلذذ می فرمود "

انھی کا فیض تھا کہ باقر آگاہ نے آگے چلکر عربی زبان و ادب میں بھی بڑا نام پیدا کیا جس کی تفصیل آگے آئیگی -

یہ ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ اس مرتبہ آگاہ ویلور میں کتنے سال تک رہے - تذکروں کی عبارتوں سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ آگاہ اپنے مرشد سید شاہ ابوالحسن قربی کی وفات سنہ ۱۱۸۲ ھ تک ویلور میں رہے - اس لحاظ سے ان کی کل مدت اقامت پانچ سال ہوتی ہے - بہت ممکن ہے کہ وہ اس مدت میں مدراس اور دوسرے مقامات کو بھی گئے اور آئے ہوں - بہر حال اس عرصے میں انھوں نے کئی ایک قصیدے اور مختلف چھوٹی

بڑی مثنویاں اور بہت سی غزلیں لکھیں اور قربی سے اصلاح لی
قربی کی ذات سے آگاہ کو بہت بڑا فائدہ پہنچا - انہوں نے کئی
جگہ اس کا اعتراف کیا ہے - چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں

بود ہر بیت من آئینہ دار دیدۂ آگاہ
کہ در وجہ حسن کسب سخن از بو الحسن کردم

دوسری جگہ کہتے ہیں -

جام جہاں نما ہے نظم دقیق آگاہ
صاف اس کو کر دیا ہے صیقل ابو الحسن کا

جب سنہ ۱۱۸۲ ھ میں قربی نے وفات پائی تو آگاہ کے دل
کو بڑا صدمہ پہنچا - انہوں نے ایک بہت ہی پر سوز قطعہ
تاریخی لکھا جو آج تک قربی کے مقبرے پر لکھا ہوا نظر آتا
ہے - وہ قطعہ یہ ہے -

بوالحسن آنکہ از نم فیضش — چمن دین چو باغ خلد شگفت
قرطہ گوش عرشیاں گردید — آں گہرہا کہ در معارف سفت
بانہانش عیاں نکردہ ظہور — باعیانش نہاں نماندہ نہفت
از پے واردان مشہد غیب — خس و خاشاک غیر از دل رفت
کرد زیں طاق تنگ عزم رحیل — تا شود باجہان مطلق جفت
در حریم بقا بشاہد قدس — دوش بردوش شاد و خندان خفت
بود جان جہاں ازیں معنی — از سفر کردنش جہاں آشفت
فکر تاریخ رحلتش کردم — غایب قطب البلاد ہاتف گفت
۱۱۸۲ ھ

قربی کی وفات کے بعد باقر آگاہ کو اپنا پرانا کلام ہیچ
اور بے وقعت معلوم ہونے لگا - انہوں نے اس وقت تک جو
کچھ لکھا تھا اس کو پانی میں بہادیا اور شاعری سے بھی ایک

مدت تک کنارہ کشی اختیار کرلی - انہوں نے قربی کے حالات میں تحفۃ الاحسن فی مناقب السید ابی الحسن کے نام سے ایک کتاب لکھی - اور اس طرح اپنے استاد کا ایک حد تک حق ادا کیا -

باقر آگاہ کی مختلف تصنیفات کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے دل میں حضرت قربی کی بڑی عظمت اور منزلت تھی - ان کو وہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے بعد کا مرتبہ دیتے تھے - انہوں نے مختلف جگہوں پر ان کی بڑی ہی تعریف اور توصیف کی ہے -

چنانچہ اپنے عربی مقامات کے پہلے مقامے المقامۃ الشہامۃ الکافوریۃ فی وصف معاہد الایلوریۃ میں ہندوستان کی تعریف اور ویلور کے قلعہ اور ارباب کمال اور پھلوں اور پھولوں کی تعریف کرنے کے بعد آخر میں حضرت قربی کی شان میں ایک لمبا عربی قصیدہ لکھا ہے جس کے چند اشعار ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں -

شریف سید سند کریم غدا فی الفخر ممتند الکرام

ھو الصندید فی غرر السجایا و فی العلیا الامام ابن الامام

ابو الحسن العلی القدر شانا حمیدی المناقب و المقام

و رکن الدین للاسلام عونا علی علاتہ فی الاھتمام

و فی نخب التقی سماہ عال و فی رتب العلی مرقاہ سامی

و انت لدین ربک نعم عون و انت لشرع جدک خیر حامی

کلامی عن ثنایک فی قصور علیک تحیۃ الرب السلام

آگاہ نے اپنی مشہور تصنیف ہشت بہشت کے آٹھوں رسالوں

میں سے ہر ایک کی ابتدا میں حمدونعت اور منقبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے بعد بالالتزام قربی کی بھی تعریف کی ہے - چنانچہ پہلے رسالہ من دیپک میں کہتے ہیں -

خاصا قربی وہ شیخ زمن — عرفاں کے گھن کا پاک رتن
ہے علم و معارف میں جعفر — ہے کرم میں معن اوس کا چاکر
جب عرفاں کی تقریر کرے — ہر سامع کون تصویر کرے
تھا علم کا او کشور پورا — ہے ہر قول اوس کا یک بورا
تھا ہر فن میں وہ بے جوڑا — جو وصف کروں میں ہے تھوڑا
من اوس کا حق سوں پور اچھو — دل اوس کا شت مسرور اچھو

اسی طرح من ہرن کی ابتدا میں فرماتے ہیں -

اے قدرے فرماں میں کل دہرت وکہر (۱) — باقر حیرتں کے اوپر کر کرم
تیری کل اولاد کی حرمت ستے — تیرے مریدان کی برکت ستے
غیر کی صحبت سوں منجکو دور کر — در پہ تیرے رکھ منجے شام و سحر
حق سوں تحیات بشام و سحر — ہووے ترے روح مقدس اوپر
یک ہر احساں سوں ترے بو الحسن — علم کے دریا کا ہوا شورتن
برج حقایق کا اتھا سور او — گنج دقایق سوں اتھا پور او
محو شریعت کی اتھی اوس کی چال — محو حقیقت میں اتھا اوس کا حال

من موہن کی ابتدا میں لکھتے ہیں -

ملک عرفاں کا بادشاہ گمبھیر — آسماں کرم کا بدر منیر
پیروی میں نبی کے تھا فانی — اس کے اسرار سوں اتھا گیانی
یا الٰہی تو خوش ہونت اوس سوں — رکھ ترقی میں ہر بدم اوس کوں

---

(۱) یعنی زمین و آسمان -

جگ سوہن کی ابتدا میں کہتے ہیں -

خاص کر بوالحسن پاک سیر   غوث کے سر و عیاں کا مظہر

باوجود اس کے کہ تھا غرق وصال   سوزش عشق سے تھا مالا مال

گر کروں درد کا میں اوس کے بیاں   ہوں سے خامے کے لہو ہووے رواں

راحت جان کی ابتدا میں فرماتے ہیں -

خاص شیخ دین و دنیا بوالحسن   جس کی تھی ہر بات میں سوہن لگن

معرفت میں تھا او بحر بے کنار   ہر بچن اوس کا تھا در شاہوار

گرچہ تھا اوس کی مقام بایزید   مارتا تھا نعرۂ ہل من مزید

مقتدا ہے وہ مرا عرفاں میں   آشنا مجھ کو کیا ہے گیان میں

خلدمت میں جیو اوس کا شاد اچھو   ذکر سے اوس کے جہاں آباد اچھو

من درپن کی ابتدا میں لکھتے ہیں -

اتھا یاں بو الحسن گنجینۂ راز   شریعت ہور طریقت بیچ ممتاز

کیا یوں جمع او دونوں کو باہم   کہ ہر دو گئے مانند تو ام

قلم اوس کا تھا نخل شعلۂ طور   دم اوس کا پرتو نور علی نور

طریقت میں اتھا وہ شیخ میرا   ہے احساں اوس کا میرے پر گھنیرا

ز انوار فروغ جلوۂ ذات   اچھونت قبر اوس کی چاندنی رات

آخری رسالۂ من جیون میں فرماتے ہیں -

اس ملک سنے ابوالحسن تھا   جو عشق میں محو دن رین تھا

جب قرب سے پور تھا سراپا   قربی تھا تخلص اوس کا زیبا

تحقیق اتھا وہ رکن دین کا   گنجور تھا مخزن یقین کا

وہ پیر مرا اتھا بہ عرفان   دیوے حق اوسے جزائے شایان

اسی طرح آگاہ نے اپنی تصنیف تحفۃ الاحباب میں بھی قربی کی تعریف کی ہے - چنانچہ لکھتے ہیں -

اس زمانے میں تھا سید بوالحسن — بے شک اوس کا مظہر سر و علن
جامعیت کے فلک کا سور تھا — طور اسرار قدم کا نور تھا
جان اوس کا در مقامات عظام — تحت ترقی میں رہے ہو شاد کام

دبیری کے فرایض اور انصرام نواب محمد علی والاجاہ کے دادا حاجی انورالدین خان بہادر جب پہلی مرتبہ حج کے لئے تشریف لے گئے تو شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے حرمین شریفین کے غرباء میں تقسیم کرنے کی غرض سے تین لاکھ روپیہ ان کے حوالے کیا۔ انورالدین موصوف نے سورت پہنچکر اس رقم میں تجارتی مال خریدا اور جدہ پہنچکر اس مال کو فروخت کردیا جس سے نو لاکھ روپیہ حاصل ہوا۔ اس پوری رقم کو حرمین شریفین کے شیوخ و علماء اور غربا میں تقسیم کردیا اور ہرایک سے رسید حاصل کرکے شہنشاہ ہند کی خدمت میں پہنچا دیں۔ اورنگ زیب کو ان کی اس دانشمندی اور دیانتداری سے بیحد خوشی ہوی اور انہوں نے انورالدین خان بہادر کو "حاجی" کا ممتاز لقب عنایت فرمایا۔ اس کے بعد انورالدین نے کئی مرتبہ حج کیا اور اسی طرح خیرات کی۔ سلطان روم یعنی عثمانی بادشاہ نے ان کی خدمات جلیلہ کا لحاظ کرتے ہوے اپنی خاص مہر اور دستخط سے فراشی کی سند اور ایک قلمدان عطا کیا جو ان کے ورثہ میں بطور یادگار کے چلا آرہا تھا۔

جب نواب محمد علی والاجاہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے اپنے ایسٹ انڈیا کمپنی کے وکیل کے معرفت عثمانی سلطان عبدالمجید خان سے اس سند فراشی کی تجدید کرائی۔ چنانچہ اساس ریاست کرناٹک میں ہے۔

و نواب والاجاہ در ریاست خود از بارگاہ سلطنت عثمانیہ استنبول سند خدمت افروختن چراغہا در مسجد حرام و در مسجد نبی علیہ السلام درخواست کردند پس سند مذکور از سلطنت سلطان خلداللہ ملکہ بہ والاجاہ عطاشد و از معرفت وکیل کمپنی انگریزی کہ بدربار سلطنت عثمانیہ حاضرمی بود بہ والاجاہ رسید و باسند خدمت فراشی کہ سابقا بہ حاجی انورالدین خاں جد والاجاہ از سلطنت سلطان روم دادہ شدہ بود اضافہ شد (صفحہ ۲۳)

اس سند کی عطائیگی کی تاریخ ٹھیک طورپر معلوم نہیں ہے۔ باقرآگاہ کے عربی خطوط کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۱۸۰ھ سے اس وقت کے امیر حجاز شریف سرورکے ساتھ نواب والاجاہ کی خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ نواب والاجاہ نے ترواملور کی آمدنی حرمین شریفین کے شیوخ و علماء و غربا کے لئے وقف کردی تھی۔ وہ ہرسال ایک لاکھ سے زیادہ روپیہ حرمین کو روانہ کیا کرتے تھے۔ انہوں نے مکے میں مدراسیوں میں سے امین الدین احمد خاں کو اور مکے والوں میں سے استاذالقراء شیخ محمد مرداد کو اپنا وکیل مقرر کررکھا تھا۔ اور اسی طرح مدینے میں مدراسیوں میں سے سعید محمد خاں کو اور مدینہ والوں میں سے سید حنیف بخاری اور سید محمود موسوی کو اپنا وکیل مقرر کر رکھا تھا امیر حجاز سے یہ درخواست کی جاتی تھی کہ جدہ سے لیکر مکہ اور مدینے تک اس زرومال کے پہنچنے کا پورا انتظام کیا جائے اور چوروں سے اس کی حفاظت کی جائے اور نیز مذکورۂ بالا وکیلوں کے ذریعے ہدایت کے مطابق اس مرسلہ زرومال کی تقسیم کی جائے۔ اس سلسلے میں امیر حجاز کے نام بھی گرانقدر تحفے اور تحایف روانہ کئے جاتے تھے۔ ان خطوط کا سلسلہ سنہ ۱۱۸۰ھ سے سنہ ۱۲۰۵ھ تک جاری رہا۔

اس زمانے میں مدراس میں فارسی کا رواج تھا۔ تمام خط و کتابت فارسی زبان ہی میں ہوتی تھی۔ جب عربی میں خطوط لکھنے کی ضرورت محسوس ہوی تو نواب محمد علي والاجاہ نے آگاہ کي علمي قابلیت کا شہرہ سنکر انھیں باریابي کا شرف بخشا اور انھیں دوسو روپیہ ماہوار تنخواہ پر سرکاری ملازم مقرر کرلیا۔

جب پہلے پہل یہ خطوط مکے پہنچے تو شیخ ابراھیم زمزمی مفتي شافعیہ، شیخ القراء شیخ محمد مرداد مکي اور سید احمد جیسے جلیل القدر ادیبوں اور عالموں نے باقر آگاہ کے اسلوب بیان اور طرز نگارش کو پسند کیا اور جواب میں نواب صاحب کے نام محرر کے متعلق بھی تعریفي وتوصیفي خطوط لکھے۔ جن کو پڑھکر نواب والاجاہ بیحد خوش ہوگئے۔ انھوں نے ایک زریں جھولا تیار کروایا اوراس کو اپنے دونوں فرزندوں یعني نواب عمدۃ الامرا اور نواب امیرالامرا کے ھاتھوں آگاہ‌کي خدمت میں روانہ کیا۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ دونوں شاھزادے آگاہ کو اس جھولے میں بٹھا کر خود اپنے ھاتھوں سے جھولائیں۔ آگاہ کي دینداری اور کسر نفسي اس قسم کے تحفے اور تعظیم کو قبول نہیں کرسکتي تھی آگاہ نے بڑے اصرار کے بعد نواب والاجاہ کے اس تحفے کوتو قبول کرلیا مگر دونوں شاھزادوں کے ھاتھوں سے جھولا جھولنے سے مطلقا انکار کردیا نواب والاجاہ نے نواب امیرالامرا بہادر کي تعلیم بھی آگاہ کے سپرد کر رکھی تھی۔ امیرالامرا بہادر نواب صاحب کے دوسرے فرزند تھے۔ ان کا اصلي نام محمد منور تھا۔ یہ سنہ ۱۱۶۳ ھ میں پیدا ھوے تھے۔ قرآن مجید کے حافظ تھے۔ مختلف اساتذۂ وقت سے عربي اور فارسي پڑھی تھی ملک الشعراء دربار والاجاھی میراسمٰعیل خاں ابجدی بھی ان کے ایک استاد

تھے ۔ وہ بہت قوی، جری اور بہادر تھے نواب والاجاہ نے سنہ ۱۱۸۱ ھ
میں ان کو نتھڑ نگر کا فوجدار بنا کر بھیجا تھا ۔ اور جب ان کے چچا
نواب نصیرالدولہ بہادر کی صاحبزادی عظیم النساء بیگم سے ان کا
رشتہ ہوگیا تو انہیں مدراس واپس بلالیا ۔ سنہ ۱۱۸۷ ھ میں تنجاور
کو فتح کیا تھا ۔ اس خوشی میں شہنشاہ ہند نے انہیں امیرالامرا کا
خطاب عنایت کیا تھا ۔ امیرالامرا آگاہ کی بہت بڑی قدر کرتے تھے
اور ان کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے حضر اور سفر دونوں میں وہ ان
کے ساتھی تھے جب انہیں کسی عالم یا فاضل سے ملنا ہوتا تو وہ
باقر آگاہ ہی کو ساتھ لیجاتے تھے اور جب کسی کو نواب والاجاہ یا
امیرالامرا سے ملاقات کا شرف حاصل کرنا ہوتا تو وہ آگاہ ہی کی
وساطت اختیار کرتے تھے اکثر باہر سے آنے والے علماء و فضلا آگاہ ہی
کے ذریعے امیرالامرا تک پہنچنے کی کوشش کرتے تھے ۔

اس کے علاوہ آگاہ کے دوسرے فرایض بھی تھے ۔ بعض اوقات سرکاری
مقدمات کی تحقیق اور تفتیش بھی ان کے ذمے ہوتی تھی ۔ ان کی
حیثیت ایک عالم، ایک مفتی اور ایک استاد کی تھی ۔ لوگ ان کے پاس
سوالات لیجاتے تھے اور جواب پاتے تھے کرناٹک کے مختلف شعرا ان سے
اپنے اشعار کی اصلاح لیا کرتے تھے ۔ بعض طلبہ ان سے باقاعدہ درس
بھی لیا کرتے تھے

مجالس میلاد کی اصلاح جنوبی ہند میں ایک زمانے سے یہ
دستور چلا آتا ہے کہ ربیع الاول کے ابتدائی بارہ دنوں میں اور ربیع الثانی
کے ابتدائی گیارہ دنوں میں ہرروز مجلس منعقد کی جاتی ہے ۔ اور اس
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم اور حضرت سید عبدالقادر جیلانی
رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں نعتیہ اور مدحیہ قصاید پڑھے جاتے ہیں نیز

محرم کے ابتدائی دس دنوں میں ہر روز مجلس ہوتی ہے اور اس میں کربلا کے واقعات کو بیان کیا جاتا ہے - یہ دستور اب تک جاری ہے - ان میں سے اکثر قصاید اور مرثیے موضوع روایات پر مبنی ہوتے ہیں ان کا پڑھنا پڑھانا اور سننا اور سنانا آگاہ کے نزدیک بالکل حرام تھا

جب نواب امیرالامرا نتھڑنگر کے فوجدار ہوکر گئے تو وہاں کسی عالم یا عمل نے انھیں مشورہ دیا کہ اس قدیم دستور کو بدل دیا جائے اور ان کی جگہ حدیث اور سیرت کی مستند کتابوں کا ترجمہ پڑھکر سنایا جائے تاکہ عوام کو اصل حالات سے واقفیت ہو - امیر الامرا نے اس مشورے کو بہت پسند کیا اور سید محمد عالم (۱) کو شمایل ترمذی اور دیگر حدیث کی کتابوں کا ترجمہ پڑھ کر سنانے کا حکم دیا - جب امیرالامرا نتھڑنگر سے مدراس آئے تو انھوں نے باقر آگاہ کو اس کام پر مامور کیا - اور جب سنہ ۱۱۹۴ھ میں مولوی محمد غوث شرف الملک بہادر بھی ادگیر سے مدراس آگئے اور امیرالامرا کے ملازمین میں داخل ہوگئے تو دونوں ملکر اس کام کو انجام دینے لگے چنانچہ وقایع امیرالامرا کا مصنف لکھتا ہے -

" دراں زماں یکے از علماء حاضر الوقت عرض نمودہ کہ بجز خواندن احادیث ختم المرسلان و خرق عادات حضرت پیردستگیر بے کماں باحیاے فواتحہ امرے احسن متصور نمي گردد ...... مولوی محمد باقر مرحوم موافق ارشاد نواب فردوس مکان بخواندن حدیث و ملفوظ شریف و خرق عادات مامور بودند چوں بعد ہنگامۂ حیدر علي خان مولوی محمد غوث آمدہ داخل ملازمین خاص شدند حکم فردوس

---

(۱) غالبا یہ وہی سید محمد عالم بن عباس السلیمانی ہیں جوشیخ سلیمان الھدی زبیدی مفتی بلادیمن کے شاگرد تھے اور جن سے شاہ عبدالقادر مہربان فخری میلاپوری نے فن حدیث حاصل کیا تھا -

ارشاد نواب فردوس مکان بخواندن حدیث و ملفوظ شریف و خرق عادات مامور بودند - چون بعد هنگامۂ حیدر علی خان مولوی محمد غوث آمدہ داخل ملازمین خاص شدند حکم فردوس مکان بخواندن احادیث و ملفوظ شریف بہر دو ماہ مبارک مذکور بایشان شرف ورود یافت .... و عالمے از تبرکات متبرکہ سرفراز می‌شدند از سنہ ۱۱۸۱ ھجری ھنوز کہ لغایت سنہ ۱۲۵۳ جاری است -

آگاہ نے یہي نہیں کیا بلکہ امیرالامرا کی خواهش پر اردو نظم میں سیرت طیبہ کي ایک مبسوط اور مستند کتاب لکھني شروع کی - چنانچہ سنہ ۱۱۸۴ ھجری اور سنہ ۱۱۸٦ ھجری کے درمیان هشت بہشت کے چھ رسالے لکھے جو ربیع الاول کے ابتدائی بارہ دنوں میں بطور مجلس کے پڑھے جانے - اور لوگوں میں بیحد مقبول ھونے لگے - آگاہ نے آگے چلکر سنہ ۱۲۰٦ ھجری میں هشت بہشت کے اور دو رسالے لکھے اور کتاب کي تکمیل کي - اور اس کے علاوہ اسي سال حضرت شیخ عبدالقادر جیلاني رحمۃاللہ علیہ کے مستند حالات پر نظم میں محبوب القلوب کے نام سے ایک کتاب لکھی جو بہت مقبول ھوی- اسي طرح اهل بیت اور منتخب اصحاب کرام رضوان‌اللہ علیھم اجمعین کے مستند حالات پر نظم میں ریاض الجنان اور تحفۃ الاحباب کے نام سے دو کتابیں لکھیں ان سب کي تحریر سے آگاہ کا مقصد یہي تھا کہ فاسد عقاید اور خیالات کي اصلاح ھوجائے - اور آنحضرت ، اهل بیت اور صحابہ کرام کي پاک و پاکیزہ زندگی کا بہترین نقش ان کے دلوں پر بیٹھ جائے -

میر غلام علی ازاد سے دوستی اور پھر مخالفت میر غلام علی آزاد بلگرامی بارھویں صدی ھجری کے مشہور عربی اور فارسی مصنف اور شاعر تھے سنہ ۱۱۱٦ ھجری میں بلگرام میں پیدا ھوے سنہ ۱۱۵۲ ھجری

میں حرمین شریفین کي زیارت کے بعد اورنگ آباد پہنچے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کرلي - سنہ ١٢٠٠ھ میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوے -

میر غلام علي آزاد کو عربي اور فارسي زبان پر بڑی قدرت حاصل تھی - کسی ہندی مسلمان نے عربی میں اس فصاحت و بلاغت کے قصیدے نہیں لکھے جس طرح آزاد نے لکھے ہیں - ان کے مختلف فارسي تذکرے آج بہت ہی وقعت کي نظر سے دیکھے جاتے ہیں - آزاد کا حلقۂ تلامذہ بہت وسیع تھا - حضرت شاہ عبدالقادر مہربان فخری انہي کے شاگرد تھے - مہربان تخلص آزاد ہی کا تجویز کیا ہوا تھا - غالباً آگاہ غلام علي آزاد کے نام سے واقف تھے - اور رجب سنہ ١١٨٣ھجری میں نواب محمد علی والاجاہ کي دعوت پر فخری مدراس تشریف لائے تو ان کي وساطت سے آزاد اور آگاہ کے درمیان غائبانہ تعارف ہوا - آگاہ نے آزاد کو عربي میں ایک خط لکھا اور اپنے چند اشعار اور ایک قصیدۂ نونیہ آزاد کي خدمت میں روانہ کیا - چنانچہ آگاہ لکھتے ہیں -

"فحالم ما یخفی السرایر عالم بانک في قلبي و عیني نازل لاسیما بعد ما طرق سمعي محامد اوصافہ بالتفصیل من لسان السید الجلیل و الشیخ النبیل السید عبدالقادر المتخلص بمہربان ابقاہ اللہ تعالي راقیا الي مراقي الذوق و الوجدان فازداد شوقي اضعاف ما کان و قاسیت من غمراتہ مالا اطیق شرحہ ببیان و کتبت بعض الابیات المستحفظة بالعجل التي نسختها في الزمان الاول لاني کنت علي جناح السفر و غادرت سفینة الاشعار فی الحضر و انشدت قصیدة نونیة بالارتجال مع ہجوم الہموم و توزع البال و قلة الاستحضار و اتحفتہا الي تلک الخدمة السریة و انا تال خاتمة المقامات الحریریة فلو غشینی نور التوفیق و نظرت لنفسي نظر الشفیق لسترت عواري الذی لم یزل مستورا"

اس طرح دونوں کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ آزاد نے اپنی بعض عربی و فارسی تصانیف مدراس روانہ کیں۔ جن کو پڑھکر آگاہ نے ان کی بیحد تعریف کی اور فصاحت و بلاغت میں آزاد کو بے نظیر اور بے مثیل قرار دیا۔

اس سے پہلے آگاہ کو عربی میں اشعار کہنے کی طرف بہت کم توجہ ہوتی تھی۔ انہوں نے صرف دو تین قصیدے لکھے تھے۔ جن کو نقل کرکے آزاد کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ عربی اشعار کے لکھنے کی طرف توجہ نہ ہونے کی وجہ خود آگاہ نے یہ لکھی ہے کہ گھریلو پریشانیوں اور طبیعت کے جمود کی وجہ سے اس کی طرف توجہ نہیں ہو رہی تھی دوسرے یہ کہ ان کے پاس عربی نظم و نثر کے دواوین اور کتابیں موجود نہیں ہیں جن سے وہ نظم و نثر کے لکھنے میں استعداد حاصل کریں۔ تیسری سب سے بڑی اور اہم وجہ یہ تھی کہ عربی شعر گوئی کا لطف حاصل کرنے والا مدراس میں کوئی نہیں تھا۔ آگاہ نے آزاد سے درخواست کی کہ وہ اپنی خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھیں۔

آگاہ نے آزاد کی شان میں ایک مختصر عربی قصیدہ لکھا جس کے صرف دو شعر یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

زین السیادۃ والشرافۃ و العلی فخر الکرام و نخبۃ الامجاد

فتشت اھل الھند قاطبۃ فلم ار مثلہ فی ذلک الاعداد

مگر آگاہ اور آزاد کے درمیان یہ اتحاد بہت زمانے تک قایم نہیں رہ سکا۔ آزاد نے آگاہ کا کلام منگوا بھیجا۔ آگاہ نے چند دن کے اندر اپنا فارسی کلام مرتب کرکے آزاد کے پاس بھیجا اور نیز ایک فارسی مثنوی مراۃ الحسن روانہ کی جوشاید آزاد کے مراۃ الجمال کا جواب تھی۔ آزاد نے آگاہ کے کلام پر جارحانہ تنقید کی۔ جو آگاہ کو پسند نہیں آئی۔ آزاد کا کلام بھی

خامیوں سے پاک نہیں تھا ۔ جس پھر کیا تھا دونوں کے درمیان معاصرانہ چشمک کا پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے دونوں کے درمیان اختلاف بڑھتا گیا ۔ آگاہ نے آزاد کے اشعار میں خامیاں تلاش کرنی شروع کیں اور چھار صد ایراد بر کلام آزاد کے نام سے ایک مستقل رسالہ ہی لکھدیا ۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں موجود ہے ۔

معلوم ہوتا ہے کہ دونوں طرف سے ایک دوسرے پرلے دے شروع ہوگئی تھی اور ایک مدت تک دونوں کے شاگردوں اور ہوا خوا ہوں کے درمیان ایک خاصہ ہنگامہ برپا رہا ۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس تنقیص کی ابتدا آزاد ہی سے ہوی تھی چنانچہ آگاہ کے ایک شاگرد سید کریم محمد حسینی نقوی اس کے متعلق لکھتے ہیں ۔

''وھچو میر غلام علی آزاد کہ علامہ زمن و علم مفرد ھند و دکن بود ۔ چوں با آنجناب مقابلہ نمود طرفی نہ بست و نقش اوچنانکہ خواست درست نہ نشست بلکہ قدر او بشکست وچھار صدایراد بر کلام آزاد ھنگامہ محشر آراست وباز ازوے صدائے وندائے برنخاست وکسے از تلامذہ واحباء اونیز گرد وپیش خیال جواب نگردیدہ بلکہ چوں غنچہ شاخ بریدہ نفس دزدید (رسالہ کمال داناٸي وحق نماٸي)

مولوی محمد مہدی واصف نے اپنے تذکرۃ معدن الجواھر میں میر غلام علي کے تذکرے میں آگاہ کے ان اعتراضات وایرادات کے متعلق لکھاتھا

'' مناظرہ ومباحثہ فضیلت دستگاہ مولوی محمد باقر آگاہ وچھارصد ایراد برفاضل متبحر آزاد از نیرنگي روزگار خبرمي دھد ۔

حق در انجا بدست حیدربود جنگ با اوخطاے منکر بود

پاس ادب رخصت نمي دھد کہ زیادہ ازیں گفتہ شود ''

اس کے متعلق نواب غلام غوث خاں بہادر اپنے تذکرۃ گلزار اعظم میں لکھتے ہیں

"می گویم کہ پدر وعم معترض از کاسہ لیسان جناب معلی القاب واو بیک واسطہ شاگرد آں تقدس انتساب ۔ پس ایں قدراسائت ادب درحق استاد الاستاد سخت تر نامناسب بقول مرزا صائب

صایب بپائے خویش زند تیشہ بےخبر آں بے ادب کہ خندہ بر استاد می زند

براہل انصاف مخفی ومحتجب نیست کہ ایرادات جناب آگاہ بر میر آزاد چناں نقصانے ندارد کہ وے مصداق خطائے منکر شود و آزادرا منصب حیدری از جانب معترض عطاگردد"

اس کے بعد نواب غلام غوث خان بہادر کے ان چار سو اعتراضات میں سے صرف چار اعتراض نقل کئے ہیں اور لکھا ہے کہ اب تک ان کا کوئي جواب نہیں دیا جاسکا ۔

اس قسم کی معاصرانہ چشمکوں اور تنقیدوں کو ایک دوسرے کي تنقیص وتذلیل کا ذریعہ نہیں بنانا چاہئے ۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آگاہ کا قلم بسا اوقات بہت تیز ہوجاتا تھا اور ان کے الفاظ تیر ونشتر سے بھی زیادہ سخت ہوتے تھے ۔ مگر آزاد کے جوابات بھی اسی قسم کے ہوتے تھے ۔ انہوں نے اپنے ایک شعر میں تو اپنے مخالف کو یزید کي نسل سے قراردیا ہے ۔ چنانچہ کہتے ہیں ۔

من کہ آزادازنسل حسین بن علي ام ہرکہ بمن اوفتاد از نسل یزید است

یہ بھي یاد رکھنا چاہئے کہ اس قسم کی تحریریں طبعي غیظ وغضب کا نتیجہ ہوتي ہیں مگر اس قسم کي معاندانہ تنقیدوں کے باوجود نفس ایرادات واعتراضات سے ادب کو ضرور ترقي ہوتی ہے ان کي وجہ سے بہت سے ادبي نکات واضح ہوجاتے ہیں اور ادیب اور شعرا زبان و بیان کي غلطیوں سے محفوظ ہوجاتے ہیں ۔

آگاہ اور ذوقی حضرت سید شاہ عبداللطیف ذوقي اس دور کے بہترین فارسي شاعر تھے یہ حضرت سید شاہ ابو الحسن قربي قدس سرہ

کے صاحبزادے اور باقر آگاہ کے پیر بھائي تھے سنہ ۱۱۵۱ھجری میں ویلور میں پیدا ہوے تھے یہ آگاہ سے سات برس بڑے تھے ۔ دونوں حضرت قربی کے صاحب تصانیف مرید اور شاگرد تھے دونوں میں انتہا درجے کا اتحاد اور ربط تھا ۔ قابلیت لیاقت اور ذہانت میں دونوں بے نظیر تھے بدیہہ گوئی اور زود نویسي میں ذوقي کا کوئي مثیل اور نظیر نہیں تھا ۔ ایک ہی نشست میں کئي سواشعار نظم کر دیئے تھے ۔ خود آگاہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ذوقي نے سات سو شعر نظم کئے اور کہا کہ انھوں نے ایک ہي نشست میں ایک ہزار سے زیادہ شعر لکھے ہیں ۔

جس زمانے میں کہ آگاہ ویلور میں تعلیم حاصل کر رہے تھے ان کے اور ذوقي کے درمیان گھنٹوں صحبت رہا کرتي تھي اور فی البدیہ اشعار کھنے کے متعلق طبع آزمائی کی جاتي تھي بسا اوقات ذوقی مختلف عنوانوں کے تحت آگاہ سے اور آگاہ ذوقی سے رباعیاں کھنے کي فرمائش کرتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ایک ہی ردیف قافیہ اور بحرمیں ذوقي ایک شعر کھتے تو آگاہ دوسرا شعر فورا کھتے ۔ اس طرح چند ھي منٹوں میں دو غزلیں تیار ہوجا تیں ۔ اس کی کئی مثالیں حضرت ذوقی کی کتاب انشاے لطف اللھی میں ملتي ہیں ۔ ہم ذیل میں صرف ایک مثال درج کرتے ہیں ۔ ایک نشست میں ذوقی نے فورا یہ شعر پڑھا

مارا بخم عشق تو غمخوار کہ باشد　　　مرھم نھی این سینۂ افگار کہ باشد

آگاہ نے فورا ھي جواب دیا

درجور وجفا چوں تو ستمگار کہ باشد　　　چوں من بوفابیدل عیار کہ باشد

ذوقي نے کھا

ھر کس کہ بدام تو درافتاد بر افتاد　　　از خاطر اوخوا ھش ھر کار کہ باشد

آگاہ نے کھا

دل بردی وجان نیز بداں طرۂ مشکیں   در بردن دلها چوں تو عیار کہ باشد

ذوقی نے فورا کہا

تابے خبرم از غم عشقت خبرم نیست   دلدار کدام است و دل آزار کہ باشد

آگاہ نے جواب دیا

یک جام نگاہ تو زخود بے خبرم کرد   الحق بچنیں بادہ خبردار کہ باشد

ذوقی نے کہا

ماریست سر زلف سیاہ تو وبا مار   بودن نتواں خاصہ بدیں مار کہ باشد

آگاہ نے کہا

ہر تار سر زلف تو زنجیر دل ماست   درحلقہ زنجیر گرفتار کہ باشد

ذوقی نے کہا

ذوقی چو توخوشگوے بشیراز کدام است   خوبی چونگار توبفرخار کہ باشد

آگاہ نے اپنا مقطع یوں کہا

ہرکس کہ چوباقر زغم ہجرتوزاراست   جزوصل تواش مونس وغمخوار کہ باشد

ذوقی نے کئی مثنویاں لکھی ہیں - ان کی ایک فارسی مثنوی معجز مصطفی بھی ہے - اس کے کل سات ہزار دوسو اشعار ہیں - ذوقی نے سنہ ۱۱۸۰ میں یہ کتاب لکھی تھی اور صرف ڈیڑھ مہینے کی مدت میں لکھی تھی - اس سے ان کی بدیہہ گوئی کا خوب اندازہ ہوسکتا ہے اس کی ابتدا میں باقر آگاہ کی تعریف کی ہے جس سے ان کی قدر و منزلت کا کچھ اندازہ لگا یاجا سکتا ہے - چنانچہ کہتے ہیں -

من ایں نامہ نامی نغز را   کہ ترمی کنددیدنش مغز را

بپرداختم از کمال ہنر   بعہدے کہ از عیب شد مشتہر

ز بہر محب فتوت نشاں   کہ دارد ز نامش مروت نشاں

جہاں را وجودش جہاں صواب   بزیر فلک چوں فلک کامیاب

بدری عبارات یکتاے دهر — برمز و اشارات مشهور شهر

عبارات او از اشارات پر — اشارات او در لطافت چو در

زهے باقر صادق مرتضی — چو کاظم شده متصف از رضا

بود چون علي علم و فضلش جلي — دهاد ایزد اورا مقام علي

ز هستي بود تا بعالم نشان — مبادا نشانش ز عالم نهان

مبادا دلش بے نشان از سرور — نشانش مباد از دل خلق دور

بزندان که عالم چار بند — برون باد از بند رنج و گزند

چو خورشید روشن مسلم ز غم — چو مه دشمن او بدق و درم

آگاه نے سنہ ۱۱۸۴ هجری میں ذوقي کي مدح میں ایک عربي قصیده لکھا هے جس میں ویلور کے احباب سے دور رهنے کے متعلق دلي افسوس کا اظهار کیا هے - اور قربي و ذوقي کي بڑی تعریف کي هے جب ذوقي نے ۱۳ رجب سنہ ۱۱۹۴ هجری کو وفات پائي تو آگاه کے دل کو بڑا صدمه پهنچا - آگاه نے حسب ذیل موثر تاریخي قطعه لکھا جو آج بھی ذوقي کے مقبرے پر لکھا هوا نظر آتا هے -

ذوقي که از تراوش فیض زبان او — گلزار نظم و نثر به نشو و نما رسید

عیسي دمے که از نفس جان فزاے او — جانے بقالب سخن بے نوا رسید

خسرو و شے که شورش شکرین او — چون شهرت دبیر فلک جابجا رسید

افراخت چون قصاید خود را باوج عرش — خاقاني و ظهیر به تحت الثری رسید

از هر مسطش که بلند است چون نجوم — از بدر و شمس زمزمهٔ مرحبا رسید

چون نغمه سنجشد بغزل طوطیان هند — گفتند این نواے غریب از کجا رسید

نبود عجب که چرخ زند قاضي فلک — از هر ترانه اش که باوج سما رسید

در مثنوی محیطلبش ریخت چون گهر — گفتند اهل گنجه که رشحے بما رسید

خاک زلالي از شرم خجلت تر آمده است — چون موج این زلال بخاکسار وا رسید

در قطعہ و رباعی و ترجیع بند و فرد — فکرش بمنتہاے خیال رسا رسید
چوں دید نثر او دل نشگفتہ بہار — گفتہ بہ غنچہ ہاےمن اکنوں صبا رسید
ہرکس کہ بنگرد بہ تصرف تصرفش — گوید بہ پیرجام کہ صدر الوری رسید
در منطق و بیان و معانی ز نطق او — آساں شدہ بجاے حروف ھجا رسید
جانش بقصد اوج تقدس فشاندہ بال — زیں تنگنا بفسحت دار البقا رسید
واماندہ ام بدرد دل خود زمن مپرس — اے داغ ھجرتش کہ بجانم چہا رسید
تاریخ رحلتش چو طلب کردم از سروش] — گو ھمدم حکیم نظامی ندا رسید
سنہ ۱۱۹۴ ھ

اگاہ اور ابجدی میر اسمٰعیل خان ابجدی نواب محمد علی والاجاہ کے درباری شاعر اور فارسي اور اردو کے ماہر استاد تھے ۔ انہوں نے انور نامہ ' راغب و مرغوب ' مودت نامہ زبدۃالافکار اور ھفت جوھر جیسي بہترین مثنویاں لکھی تھیں ۔ آخر عمر میں تحفۃالعراقین کي فارسي میں شرح لکھی تھی ۔ ایک فارسي دیوان بھی چھوڑا تھا ۔ سنہ ۱۲۰۳ ھجری میں انتقال کیا ۔

ابجدی عمر میں آگاہ سے بہت بڑے تھے ۔ انور نامے کی تالیف پر انھیں نواب والاجاہ کي طرف سے شاھانہ انعام بھی ملا تھا ۔ وہ نواب عمدۃ الامرا اور نواب امیرالامرا کے اتالیق بھی تھے ۔ امرا کے نزدیک ان کي بڑی قدر اور وقعت تھی ۔ اس ظاھری شان و شوکت اور اقتدار کے باوجود وہ آگاہ کے علم و فضل کے بڑے معترف اور مداح تھے اور ان کي بڑی قدر کرتے تھے ۔ ابجدی نے کئي جگہ ان کي تعریف کی ھے چنانچہ زبدۃالافکار کے آخر میں لکھتے ھیں ۔

اھل سخن مست مے وحدت اند — گرچہ نواسنج نی کثرت اند
از دم شاں سنگ گھر می‌شود — از لب شاں خاک چوزر می‌شود
زاں ھمہ ایں جا یکے حاضر است — حضرت آں مولوی باقر است
ھمتی او قصر شرف رابنا — ملہمہ اللہ علي راہنما
موجد قانون سخن گستران — مصلح اشعار سخن پروران

واقف اسرار خدا و رسول   کاشف استار فروع و اصول
همچو کسائی بخروض قرات   همچو خلیل است امام نحات
هست کمالش بسخن گستری   گاه بتازی و گهے در دری
شہر او مملو ز صنایع بود   رونق بازار بدایع بود
قوت بازوے بزرگان دین   حامی ارباب مقام یقین

ابجدی نے اپنی یہ مثنوی آگاہ کے سامنے بغرض تقریظ پیش کی تھی۔ اس پر جو تقریظ لکھی اس کا آخری جملہ یہ تھا۔

"غرض این کلام مرغوب نادر الاسلوب سراسر خوبی ها است و بوجه من الوجوہ قابل اعتراض و ایراد نیست"

اسی طرح ابجدی اپنی دوسری مثنوی راغب و مرغوب کی ابتدا میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے یہ مثنوی آگاہ کو دکھائی تھی۔ فرماتے ہیں۔

این گنج جواهر معانی   وین جوهر گنج شایگانی
دادم بہ یکی گہر شناسے   روشن منشے گران قیاسے
کو شمع دل و چراغ دین است   هم نام امام پنجمین است
ذکرش بزبان حیات جانها   سرمایۂ عمر جاودانها
باشد بدروس علم داماد   صبد گونہ نتایج یقین داد

ان اقتباسات سے واضح ہوسکتا ہے کہ اس زمانے کے اہل علم کے نزدیک آگاہ کی کتنی قدر اور عزت نہیں رہی ہوگی۔

آگاہ اور فخری حافظ سید شاہ عبدالقادر مہربان فخری سنہ ۱۱۴۳ ہجری میں اورنگ آباد میں پیدا ہوے تھے۔ ان کے والدماجد سید شریف الدین محمد خان نقوی روضہ کے قاضی تھے جو اورنگ آباد سے مشرق میں سات میل پر ایک مشہور قصبہ ہے۔ فخری نے میر غلام علی آزاد بلگرامی و غیرہ سے ادب اور حدیث کی تعلیم حاصل کی تھی۔ انہی

کے کہنے پر مہربان تخلص اختیار کیا تھا - تصوف کی طرف زیادہ میلان تھا - کم عمری ہی میں انہوں نے اپنے ماموں مولانا فخرالدین سے بیعت کرلی تھی - اور فخری اپنا تخلص اختیار کیا - آگے چلکر وہ اسی نام سے مشہور ہوے اور ان کا خاندان آج تک اس نام سے مشہور چلا آتا ہے -

فخری سنہ ۱۱۸۳ ھ میں میلاپور مدراس آئے اور یہیں سکونت اختیار کرلی سنہ ۱۱۹۳ ھ میں فن تصوف پر اصل الاصول کے نام سے ایک معرکۃ الآراء کتاب لکھی - وہ مثنوی مولانا روم کے اشعار کی بڑی دلچسپ تشریح کیا کرتے تھے -

فخری آزاد اور آگاہ کے بہت بڑے قدر دان تھے - دونوں کے درمیان خط و کتابت کی ابتدا بھی انہیں ہی کی وجہ سے ہوی تھی - لیکن دونوں کے درمیان یہ دوستی بہت دنوں تک قایم نہیں رہ سکی - جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے - فخری نے آگاہ کی تعریف میں اشعار لکھے تھے - جن کا جواب آگاہ نے اپنے بعض عربی اشعار میں دیا ہے جو ان کے عربی خطوط کے مجموعے میں مذکور ہیں -

جب سنہ ۱۲۰۳ ھ میں فخری کا انتقال ہوا تو آگاہ نے ان کی وفات کا حسب ذیل تاریخی قطعہ لکھا -

فخری کہ در مشائخ دوران عدیل او | ہرگز نہ کرد جلوہ درآئینۂ شہود
از سرد مہری تن افسردہ گشتہ تنگ | در سیر اوج جان پرپرواز واکشود
بودم بفکر رحلت او کز صریر کلک | خورد این فغان بگوش دلم لانظیر بود

سنہ ۱۲۰۳ ھ

شیعہ سنی کشمکش شیعوں اور سنیوں کے درمیان شروع ہی سے مذہبی اختلاف چلا آرہا ہے - کوئی دور بھی ان دونوں فرقوں کی آپس کی کشمکش سے خالی نہیں رہا - مگر آگاہ کے زمانے میں یہ جھگڑا بہت بڑھ گیا تھا اور بہت ہی ناگوار صورت اختیار کر گیا تھا مدراس اور ویلور میں بہت سے شیعہ آباد تھے اور ان دونوں

جگہوں پر مذہبی بحثیں چھڑی ہوی تھیں - شیعوں کی طرف سے میر غلام حسین جودت اور سنیوں کی طرف سے خواجہ رحمت اللہ اور ان کے شاگرد خواجہ کمال الدین ان مذہبی بحثوں میں بہت زیادہ حصہ لیا کرتے تھے - ایک مرتبہ حافظ امین الدین احمد خان بہادر المتوفی سنہ ۱۱۹۵ھ اور میر غلام حسین جودت کے درمیان ایک مناظرہ بھی ہوگیا تھا - جس کی تفصیل خود آگاہ اور دوسرے حضرات کی کتابوں میں ملتی ہے -

آگاہ فطرتا صلح پسند واقع ہوے تھے - وہ ان بحثوں میں عملی طور پر کبھی حصہ نہیں لیا کرتے تھے - جس طرح بہت سے سنی ان کے شاگرد تھے اسی طرح بہت سے شیعہ بھی ان کے شاگرد تھے وہ دونوں کی ضروریات کے پورے کرنے میں ہمیشہ یکساں ممد و معاون ہوتے تھے - چونکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت معاویہ باغی تھے اور حضرت علی کے خلاف ان کی لڑائی کسی اجتہادی غلطی کا نتیجہ نہیں تھی اس لئے اکثر لوگ ان کو نیم شیعہ ہی تصور کرتے تھے - خواکٹر قسم کے سنی اکثر اپنی نجی صحبتوں میں یہ شبہ ظاہر کرتے تھے کہ یہ شخص شیعوں کا اتنا حامی کیوں ہے ؟ ضرور ہے کہ اندرونی طور پر شیعہ ہو مگر اس کے اظہار کرنے سے کتراتا ہو - نواب محمد علی والاجاہ کے دوسرے فرزند نواب امیرالامرا کی مدارالمہامی کے زمانے میں یہ شیعہ سنی بحثیں کوئی ناگوار صورت اختیار نہیں کرسکتی تھیں - کیونکہ وہ سنیوں اور شیعوں کو اپنی حد سے آگے بڑھنے نہیں دیتے تھے - لیکن جب سنہ ۱۲۰۳ھ میں نواب امیرالامرا کا انتقال ہوگیا تو بعض نا عاقبت اندیش شیعوں نے تبرا بازی شروع کردی - خواجہ رحمت اللہ کی تاریخ وفات تعمیہ کے مادہ ”سگ خبیث“ لکھی اور چونکہ خواجہ موصوف سے آگاہ کو بڑی عقیدت تھی اس لئے آگاہ کو

بہت بڑا رنج پہنچا ۔ مگر دو چار سال بعد سنہ ۱۲۰۷ ھ میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے آقاہ کو شیعوں کے خلاف قلم اٹھانا پڑا۔

آقاہ سے ان کا ایک شیعہ شاگرد ان کی مملوکہ کتاب الملل والنحل مانگ لے گیا تھا ۔ اس نے اس کو ایک سال تک اپنے پاس رکھا اور پھر اس کو ایک دن واپس کرکے مچھلی بندر روانہ ہو گیا چند دن بعد آقاہ نے کسی ضرورت سے کتاب کھولی تو اس کے ایک صفحہ پر ایک حاشیہ لکھا پایا جس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق گالیاں لکھی تھیں ۔ غالبا یہ مسئلہ قرطاس کے متعلق تھا ۔ حاشیہ کے نیچے اس شاگرد نے اپنا نام حروف مقطعات میں لکھا تھا ۔ یہ دیکھ کر آقاہ کے دل کو بیحد رنج پہنچا ۔ اس کے بعد انہوں نے تمام صفحات الٹ کر دیکھے تو انہیں پتہ چلا کہ اس شاگرد نے اور دو جگہوں پر بھی اسی قسم کے حاشیے لکھے ہیں اور ہر ایک حاشیہ کے آخر میں اپنا نام الگ الگ حروف میں دیا ہے آقاہ نے محسوس کیا کہ ایسے وقت خاموشی اختیار کرنا ایک گناہ عظیم ہے ۔ انہوں نے فورا فارسی زبان میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام دفع الوسواس الخناس العارض فی حدیث المیراث والفدک والقرطاس تھا ۔ اس میں میراث فدک اور مسئلہ قرطاس کے متعلق شیعوں کے غلط خیالات کی تردیدکی

اس رسالہ کا مشہور ہونا تھا کہ شیعوں کی طرف سے ان پر لے دے شروع ہوگئی ۔ آقاہ نے دوسرے سال یعنی سنہ ۱۲۰۸ ھ میں اور دس رسالے لکھے اور پھر ایک مقدمہ لکھ کر اور ان کو ترتیب دے کر ایک کتاب بناڈالی اور اس کا نام کتاب الرسایل فیما یتعلق بالامامۃ من المسایل رکھا ۔ اس کتاب کا پھیلنا تھا کہ شیعوں کی طرف سے بھی مختلف رسایل لکھے جانے لگے ۔ اسی اثنا میں سنہ ۱۲۱۰ ھ میں نواب محمد علی والاجاہ

کا انتقال ہو گیا اور ان کی جگہ پر ان کے بڑے لڑکے نواب عمدۃ الامرا گدی نشین ہوے - چونکہ وہ شیعیت کی طرف مایل تھے - اس لئے شیعوں کو بڑی تقویت حاصل ہوگئی - بعض لوگوں نے کھلم کھلا تبرا بازی شروع کرلی شیعوں میں محمد تقی نامی ایک صاحب تھے جنہوں نے منبروں کے سامنے قسم قسم کے شبہات پیش کرنے شروع کئے مثلا یہ کہ حضرت رقیہ اور ام کلثوم جو یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیاہی گئی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکیاں نہیں تھیں حضرت ام کلثوم جو حضرت علی کی صاحبزادی تھیں اور جو حضرت عمر سے بیاہی گئی تھیں مغصوبہ تھیں - یعنی حضرت عمر نے زبردستی ان کو اپنے نکاح میں لیا - خلفاء ثلاثہ اور دیگر صحابہ کرام نعوذ باللہ منافق تھے اور انھی نے تبوک سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی تھی حضرت امام مالک متعہ کو جائز قرار دیتے تھے صحابہ نے قرآن مجید میں کانٹ چھانٹ کردی ہے اور وہ آیتیں نکال دی ہیں جو حضرت علی کی خلافت سے تعلق رکھتی تھیں جاہل سنی ان خدشات کو آگاہ کے سامنے پیش کرتے تھے اور ان سے جواب مانگتے تھے اس طرح ان کو مجبور ہوکر جواب لکھنا پڑتا تھا -

جب بحث مباحثے کا یہ سلسلہ دراز ہوتا گیا تو طرفین سے سخت کلامی ہونے لگی وہ لوگ جو باہر سے آتے تھے وقتیہ طرفداری پر اتر آتے تھے - چنانچہ آگاہ کے زمانے میں شیخ بہاء الدین نامی ایک صاحب باہر سے آئے ہوے تھے انہوں نے حالات کا رنگ دیکھ کر شیعوں کی تائید شروع کردی مگر آگاہ کے شاگردوں نے ان کو خوب لتھاڑنا شروع کیا جب شیعوں نے دیکھا کہ آگاہ اور ان کے شاگردوں کا ہر ایک جواب پہلے سے زیادہ سخت اور مدلل ہوتا جارہا ہے تو انہوں نے عشرۂ محرم میں آگاہ کو قتل کرنے کا پکا ارادہ کرلیا چنانچہ آگاہ اپنے رسالۂ نفثۃ المصدور میں لکھتے ہیں -

" بالآخر عناد و تضاد بآن رسانیدند که درصدد کشتن من افتادند درعشرهٔ محرم هر سال که هنگام هیجان موا دفتنه این اهل خبث وضلال است کار بند انگیزش بلوی وشورش وغوغامی شدند ودر هر محرم بایمان غلاظ با هم عهدمی بستند که بنای حال امسال این مهم رابااهمال نباید انداخت وبهر صورت بقتل فلان باید پرداخت تاآنکه ازین شورشها کاهشها دیدم وازین سوزنش ها کشیدم دلتنگی به نهایت انجامید و کارد باستخوان رسید ومضمون ابیات خاقانی محاذی حسب حال این وابسته حیرت ونگر انی گردید۔

هر زهر که دست عالم آمیخت ° در جام جهان نمای ماریخت
هر شربت زهر کآسمان ساخت خاص از پے جان ماش پرداخت

آخر باضطرار بسیار و تپش دل بے قرار در آخر شهر ذی الحجۃ الحرام سنہ ۱۲۱٦ هجری در جناب سیدۃ ارباب حال و مقام منبع روح و ریحان و مرجع اهل کشف و فتوح ' آئینہ دار جمال بے همال فقر محمدی و پردہ کشاے تمثال بے مثال سر احمدی حضرت فاطمہ قدسیۃ الفاتحۃ و الخاتمۃ علي ابیها و علیها صلوات تامۃ و تسلیمات دایمہ ایں رباعیات غرر مع رباعیات دیگر بعرض رسانیدم و بتوسل حضرت قدسیہ مستدعی کشف ایں بلیہ گردیدم و دیدم آنچہ دیدم ۔

فکان ما کان مماالست اذکرہ فظن خیرا و لاتسال عن الخبر"

اس کے بعد حضرت فاطمہ زہرا کي شان میں دس رباعیاں ہیں جن میں سے آخر کي دو رباعیاں یہ ہیں ۔

آنانکہ اسیر هوس و پندارند از حضرت تو دور مرا پندارند
ایں قصۂ پر غصہ سپردم با تو تو دانی و ایں زمرہ کہ بهتان کا رند
دل تنگم ازیں حرف سراسر بهتان هر لحظہ چو دود دل خویشم پیچان
گفتند اگر راست مرا پاداشے ورهست غلط بدہ سزاے ایشان

اُس توسل کے بعد آگاہ کي بلاؤں کے دفع ہونے کي یہ صورت ہوی کہ ۳ ربیع الاول سنہ ۱۲۱۶ ہجری کو نواب عمدۃ الامرا کا انتقال ہوگیا - ان کي جگہ پر ان کے لڑکے تاج الامرا علي حسین خان بہادر کو مسند نشین ہونا چاہئے تھا - مگر انگریزوں نے ان کي جگہ پر نواب امیر الامرا بہادر مرحوم کے فرزند نواب عظیم الدولہ کو گدی پر بٹھا دیا - ان کے دل میں آگاہ کي بڑی قدر و منزلت تھی - اس کے علاوہ وہ سخی تھے - اس لئے اب کوئي بھی آگاہ کو کچھ تکلیف پہنچانے کي جرات نہیں کرسکتا تھا - آگاہ نے سب سے پہلے نواب عظیم الدولہ کے دربار میں پہنچکر انہیں مبارکباد دی - اور اس طرح نو سال سے جو مسلسل جھگڑا چلا آرہا تھا - یک لخت ختم ہوگیا - چھ مہینوں کے بعد تاج الامرا کا بھی انتقال ہوگیا - آگاہ نے اپني وفات سے ایک سال پہلے سنہ ۱۲۱۹ ہجری میں اپنے تمام رسایل کو یکجا کیا جن کي کل تعداد باون تھی ان سب پر المقدمۃ الفایقۃ لجمیع الرسایل الرایعۃ کے نام سے ایک نیا مقدمہ لکھا اور چار جلدوں میں اس کو دوبارہ مرتب کیا -

آگاہ کے ایک شاگرد سید محمد کریم حسیني نقوی نے بیان کیا ہے کہ کس طرح اس مناقشہ کي ابتدا ہوی اور کس طرح اس کا سلسلہ آگے بڑھتا گیا - اور آخر میں یہ لکھا ہے کہ یہ تمام باتیں حرف بحرف ٹھیک ہیں - اگر ان میں ذرا بھي شک ہو تو معتبر حضرات سے اس کي تحقیق اور تصدیق کرلی جائے - چنانچہ وہ شیخ بہاء الدین کو مخاطب کرتے ہوے لکھتے ہیں

" دریں ہمہ مرقومہ بے کم وکاست راست بر است بود - اگر شکے در ان باشد تحقیق آن از معتبران باید کرد - دریں صورت برتو لازم است کہ تامقدار آنھا رامنع کنی کہ حالاہم این گفتگوے بے معني بگزارند و عوض آن مناقب حضرات عالیات گویند "

آگاہ اور ان کے شاگردون کے رسایل کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریبا سو سال ایک ہنگامہ عظیم برپا رہا جس مین دونون طرف سے غیر معمولی تعصب برتا گیا آگاہ کي خاص کر پچھلي تحریرون کالب و لہجہ بہت ہی سخت اور تند ہوگیا ہے - مگر مخالفین کالب و لہجہ اس سے بھی زیادہ سخت تھا اس لئے آگاہ کو ایک حدتک معذورھی سمجھنا چاھئے

آگاہ اور ماجد تاج‌الامراعلی حسین‌خان ماجد نواب محمد علی والاجاہ کے پوتے اور نواب عمدۃ الامرا بہادر کے بیٹے تھے سنہ ۱۱۹۸ ھ مین مدراس مین پیدا ہوے تھے نو سال کي عمر مین قرآن مجید ختم کیا اور فارسی کي ابتدائی کتابین پڑھین بلا کے ذھین تھے تھوڑی ھی مدت مین فارسی کي اعلی استعداد حاصل کرلي شعروشاعری کي طرف توجہ ہوی تو ہزارون شعر لکھ ڈالے اور چند دن کے اندر چارھزار اشعار کا ایک مجموعہ تیار ہوگیا یہ سب اشعار قدما کے رنگ مین لکھے ہوے تھے ابتدا مین وہ آگاہ سے اصلاح لینے لگے جب اپنے کلام مین کچھ پختگي پیدا ہوگئي تو ان کي اکثر اصلاحون کو قبول نہین کیا اور بسااوقات اپنے ھی شعر کو بحال رکھا یہ دیکھ کر آگاہ نے ان کي اصلاح سے ھاتھ کھینچ لیا جب نواب عمدۃ الامرا کو معلوم ہوا تو وہ خود ان کو استاد کي خدمت مین لیگئے اور ان سے گستاخي معاف کرانے کي کوشش کي مگر آگاہ نے یہ کہکر ٹال دیا کہ اب ان کے اشعار کو اصلاح کی ضرورت نہین رھی ہے ورنہ وہ ضرور تعمیل حکم کرتے ماجدنے بھی آگاہ کو اشعار دکھانا بند کر دیا اور فخریہ یہ شعر لکھا

شعرخود پیش کسے ازچہ گزارم ماجد کہ‌کنون حاجت استادنماندہ است مرا

ماجد کي شاگردی کا یہ زمانہ وہ تھا جبکہ شیعہ علماء کے ساتھ آگاہ کی رسالہ جازی ہورھی تھی اور طرفین سے تشدد برتا جارھا تھا ماجد بھی اپنے باپ کي طرح شیعیت کی طرف مائل تھے ان کی صحبت مین بھی کچھ ایسے شیعہ حضرات تھے جو اٹھتے بیٹھتے آگاہ پر پھبتیان کستے تھے اور ان کے اشعار کا مذاق اڑاتے تھے آگاہ کو یہ سب باتین پہنچتي تھین مگر وہ کوئي حرف شکایت زبان پر نہین لاتے تھے .

نواب غلام غوث خان بہادر تذکرۂ گلزار اعظم میں لکھتے ہیں کہ خود انہوں نے عارف الدین خاں روشق سے جو ماجد کے ہمنشینوں میں تھے یہ روایت سنی ہے، وہ یہ کہ ماجد کے جلیسوں میں ذوالفقار علی خان صفا نامی ایک شیعہ شاعر تھا جو سنیوں کے خلاف اکثر لکھا کرتا تھا، ایک دن ماجد کے کتبخانہ سے وہ آگاہ کا دیوان نکال لے گیا اور جابجا ان کے اشعار پر اعتراضات لکھے اور پھر ایک مدت کے بعد اس کو واپس لاکر رکھدیا،

سنہ ۱۲۱٦ھ میں نواب عمدۃالامرا کا انتقال ہوگیا اور انگریزوں نے مسند پر تاج الامرا کی بجاے نواب عظیم الدولہ کو بٹھا دیا سرکاری کتبخانہ بھی ان کے تصرف میں آیا، نواب عظیم الدولہ نے ایک دن آگاہ کا دیوان نکالا تو اسپر قسم قسم کی حاشیہ آرائیاں دیکھیں انہوں نے اسی وقت اس کو آگاہ کی خدمت میں روانہ کیا، کہا جاتا ہے کہ آگاہ کی زبان سے یہ بددعا نکلی،

"علی حسین بزودی بجوان مرگی مبتلامی گردد و خایب و و خاسر ازیں جہاں می رود"

اس پر چھ مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ اسہال خونی کے عارضہ سے ۲ ذی الحجہ سنہ ۱۲۱٦ھ کو تاج الامرا کا انتقال ہوگیا"

اس روایت کے نقل کرنے کے بعد نواب غلام غوث خاں بہادر لکھتے ہیں،

"بعضے از معاصرین او نسبت ایں امارت بذاتش می کنند و ایں حرف بد درحق او می زنند، اللہ ذوالجلال اعلم بحقیقۃ الحال"

سچ ہے

صایب بپاے خویش زندتیشہ بے خبر
آن بے ادب کہ خندہ براستاد می زند

آگاہ اور بحرالعلوم کی باہمی چشمک ملا بحرالعلوم ابوالعیاش عبدالعلی ملا نظام الدین لکھنوی کے فرزند تھے ' سنہ ۱۱۵۲ ہجری میں فرنگی محل لکھنو میں پیدا ہوے اور اپنے والد ماجد سے عربی اور فارسی علوم کی تحصیل کی ' سترہ سال کی عمر میں تعلیم سے فراغت حاصل کرلی ' منطق ' فلسفہ ' کلام اور اصول میں بڑا درک پیدا کرلیا تھا ' سب سے پہلے رہیلوں کے سردار حافظ الملک حافظ رحمت خاں نے اپنے مدرسہ میں ان کو استاد مقرر کیا ' اور جب وہ سنہ ۱۱۸۸ ہجری کی جنگ میں مارے گئے تو ملا عبدالعلی رامپور چلے گئے ' چند دن کے بعد منشی صدرالدین نے ان کو اپنے مدرسہ میں آنے کی دعوت دی اور چار سو روپیہ ماہوار ان کی تنخواہ مقرر کی ' جب نواب محمد علی والاجاہ نے ان کی قابلیت کا شہرہ سنا تو روپیہ بھیجکر ان کو مدراس آنے کی دعوت دی ' اور اپنے اعزہ و اقربا اور درباری امرا اور روسا کے ساتھ ان کا شاندار استقبال کیا ' ان کیلئے مدراس میں ایک مدرسہ قایم کیا جو اس زمانہ میں مدرسہ کلاں کہا جاتا تھا ' نواب صاحب نے ان کو بحرالعلوم کا شاہی خطاب بخشا ' علماء دربار والاجاہی میں ان کا مرتبہ سب سے اونچا تھا ' وہ نواب صاحب کے نزدیک بہت بڑا رسوخ رکھتے تھے ' ان کی مجلس میں اکثر دینی مسائل پر مذاکرے ہوتے تھے ' محرم اور میلاد کی مجلسوں میں وہی فاتحہ خوانی کے رسوم انجام دیتے تھے ' نواب محمد علی والاجاہ کے انتقال کے بعد جب عمدۃ الامرا ان کے جانشیں ہوے تو بحرالعلوم ہی نے ان کا ہاتھ پکڑ کر تخت پر بٹھایا '

عمدۃ الامرا نے ان کو ملک العلماء کا خطاب دیا ' اور اپنے عہد حکومت میں ان کی بڑی عزت اور تکریم کی ' اور ہمیشہ ان کو اپنے ساتھ رکھا ' ہر مذہبی مجلس میں ان کا ہونا ضروری تھا ' مرتے وقت عمدۃ الامرا نے بحرالعلوم کے سامنے اپنے سنی عقاید کا اعتراف کیا '

بحرالعلوم کی مختلف مشہور تصنیفات ہیں ' جن میں زیادہ تر منطق اور اصول کی مشہور کتابوں کی شروح ہیں ' فقہ میں ارکان الاسلام کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے ' فن تصرف سے بھی ذوق تھا ' انہوں نے فارسی میں مثنوی مولانا روم کی ایک شرح لکھی ہے جو نولکشور کے مطبع میں چھپ چکی ہے '

بحرالعلوم نے سنہ ۱۲۲۵ ھجری میں انتقال کیا اور مسجد والاجاهی مدراس کے احاطہ میں مدفون ہوے ' ان کا مزار آج بھی عقیدت مندی کا مرکز بنا ہوا ہے '

آگاہ بحرالعلوم سے چھہ سال چھوٹے تھے اور پانچ برس پہلے وفات پائی ' ابتدا میں دونوں کے تعلقات بہت اچھے تھے ' مگر جب بعض مسائل میں دونوں کا ایک دوسرے سے اختلاف ہوگیا تو ایک قسم کی منافرت پیدا ہوگئی ' خود آگاہ لکھتے ہیں '

" بر ضمایر صفا مظاہر منصفانہ ہویدا و ظاہر باد کہ معزی الیہ ازبدہ ورود خود تا مدتے نسبت بایں جانب کمال توجہ و التفات داشتند و ایں جانب را نیز با ایشاں اخلاص و ارتباط متحقق بود ' اگرچہ منافیات محبت ازیشاں بکرات معاینہ نمود لکن گاہے لب بشکایت ایشان نکشود و با مردمے کہ

از خشونت ایشاں انواع شکوہ ها می کردند محذرتہا را می نمود و در تفصیل آں منافیات اضاعت اوقات بیش نبود و دماغ هم مساعدت نمی کند -

ایں زماں بگذار بر وقت دگر ،،

ایک دن بحرالعلوم آگاہ کے مکان پر تشریف لائے اور ان کے رسالہ دفع الوسواس کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ اس کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کرنی چاہئے ' اس کے بعد اس کے نقل کرنے کی اجازت چاہی آگاہ نے اس کا ایک نسخہ ھدیۃ بحرالعلوم کی خدمت میں پیش کیا ' پھر چند دن بعد اپنا رسالہ مقامع الحدید سید عبدالقادر خوشنویس کی معرفت روانہ کیا ' ان کے سامنے بحرالعلوم نے اس رسالہ کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ اس کے بہت سے مضامین ان کے ذہن سے ذھول کرچکے تھے ' اس کے مطالعہ سے وہ سب تازہ ہوگئے اور بعض بالکل نئے نظر آئے ہیں ' ان کی حوصلہ افزائی سے متاثر ہوکر آگاہ نے کتاب الرسایل کے ابتدائی چھ رسالے بھی روانہ کئے ' بحرالعلوم نے ان کا مطالعہ کیا اور پھر پانچویں رسالہ التحقیق الانیق فی بیان افضلیۃ الصدیق میں چار پانچ جگہ اور چھٹے رسالہ لب اللباب فی بیان فضایل الاصحاب میں دو جگہ استدراک لکھا ' جس سے آگاہ کے دل کو ایک چوٹ لگی ' چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں '

'' حیران شدم کہ آں گرم جوشی چہ بود و ایں سرد مہری چیست ''

آگاہ نے ان استدراکات پر عین الانصاف کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے جو ان کے کتاب الرسایل میں شامل ہے ' اس میں ہر

ایک استدراک اور ایراد کا پورا پورا جواب دیا ہے ، آگاہ کا کہنا یہ ہے کہ اس زمانہ میں جب کہ ہر طرف رفض کا شور و غوغا ہے اس قسم کے غیر مفید حواشی کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی ، خواجہ رحمت اللہ علیہ کے شاگرد خواجہ کمال الدین نے بحرالعلوم کی خدمت میں چند سوالات لکھ بھیجے تھے ، مگر بحرالعلوم نے ان کے جواب سے پہلوتہی کی تھی ، چنانچہ آگاہ لکھتے ہیں ،

" سبحان اللہ بوالعجبی معزی الیہ دیدنی دارد کہ نقاوۃ علماء زماں خواجہ کمال الدین خاں بمشارالیہ سوالی چند نوشتند ، چنانچہ ایں جانب نیز آں فرد را دیدہ بود ؛ مشار الیہ از تحریر جوابش پہلوتہی کردند و حال آنکہ اجابت سایل ہر کہ باشد لازم وقت بود خصوصاً وقتے کہ سایل عالم باشد و بے جہت بر رسالہ من مخلص حواشی نوشتند "

بحرالعلوم نے اپنے شاگردوں اور دوستوں کے سامنے آگاہ کی رنگینی عبارت پر تنقید کی اور کہا کہ ان کی عبارت منشیانہ ہے اور رنگینی کی وجہ سے اغلاق پیدا ہوگیا ہے ، اس کو ذکر کرتے ہوے لکھتے ہیں ،

" و ایضا بحضور ایں و آں حرف می زنند کہ عبارت رسایل ایں جانب منشیانہ واقع شدہ و بسبب رنگینی اغلاق بہم رساندہ ، سبحان اللہ فصاحت و بلاغت اسلوب نیز نزد مشارالیہ معیوب شد

و لکن عین السخط تبدی المساویا "

آگاہ کے رسایل کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ بحرالعلوم کچھ تو عمدۃالامرا اور دربار والاجاہی کے مختلف شیعہ حضرات کی دلجوئی کی خاطر اور کچھ اس خیال سے کہ اس کشمکش میں پڑنے سے کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوگا حتی آلامکان اس بحث میں دخل دینے سے گریز کرتے تھے ' چنانچہ ایک مرتبہ کسی شیعہ نے آگاہ کے خلاف غسالہ کے نام سے ایک رسالہ لکھا اور کسی نے بحرالعلوم کو لاکر دکھایا تو کہا دیکھو میں نہیں کہتا تھا کہ اہل باطل کی تردید نہ کریں ' اس کے متعلق تحریر کرتے ہوے آگاہ لکھتے ہیں '

" ازانجملہ آں کہ اگر کسے از رفضہ یا از نواصب منغضہ در جواب بعض رسایل ایں جانب غسالہ نویسد اظہار بشاشت می کنند و شماتت ایں جانب نمایند و با اقران خود بطور نیکو خواہی وا نمایند کہ ما فلاں را می گفتیم کہ تحریر رسایل دررد اہلِ باطل خوب نیست نصیحت ما را نشنیدند آخر دیدند آنچہ دیدند و از جہل مرکب نمی دانند کہ دریں مصانعت و مداہنت مرتکب مفاسد پر شناعت می شوند " (نفثۃ المصدور)

سنہ ۱۲۱۵ ہجری میں جب کہ آگاہ کی شیعوں کے ساتھ لڑائی ٹھنی ہوی تھی اور وہ ان کے قتل کے درپے ہوگئے تھے ' بحرالعلوم کی اس قسم کی تنقیدیں ان کو بہت ہی بری معلوم ہوئیں ' اور انہوں نے بہت تیز ہوکر معذرت نامہ آگاہی کے نام سے ایک رسالہ لکھا ' اس میں بحرالعلوم کے تمام اعتراضات اور شبہات کا ایک ایک کرکے جواب دیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ اس معذرت کے پیش کرنے سے بحرالعلوم سے دلایل کا مطالبہ

کرنا مقصود نہیں ہے ، وہ اگر کچھ لکھنا چاہیں تو اپنے عقیدتمندوں کے افادہ کے واسطے لکھیں ، آگاہ کو سمجھانے کی کوئی ضرورت نہیں ،

" خلاصہ مقصود آن کہ ایں جانب مطالبہ مشار الیہ در تحریر ایں دلایل ہم نمی کند اگر خواہند برای افادۂ معتقدان خود بنویسند یا ننویسند ، لکن دیگر ذکر ایں جانب نکنند و ایں عاصی را اگرچہ من کل الوجوہ پر معاصی است مصرف امر معروف خود نسازند کہ تقوی و دیانت ایشاں را مصارف دیگر وسیع تر از من بہم رسند "

جب یہ رسالہ بحرالعلوم کی خدمت میں روانہ کرنا چاہا تو ایک رئیس مانع ہوے اور قسمیں دلاکر کہا کہ ایسے نازک وقت میں جبکہ ہر طرف رفض کا بلوی ہے اس قسم کا تیز و تند رسالہ بھیجنا اچھا نہیں ہے ، دشمن ہنسی اڑائینگے اور بغلیں بجائینگے کہ دو سنی عالموں میں چل گئی ،

دوسري طرف اس رئیس نے بحرالعلوم کو کہلا بھیجا کہ اپنی مجلسوں میں آگاہ کی تنقیص کرنا اور ان پر چوٹ چلنا کسی طرح مناسب نہیں ہے ، آئندہ سے بالکلیہ اس سے پرہیز کریں ، بحرالعلوم نے بھی وعدہ کیا کہ آئندہ آگاہ کے متعلق کسی قسم کا بھی کوئي تذکرہ نہیں ہوگا ،

آگاہ نے محض ان ایرادات کے رفع کرنے اور لوگوں کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے کمال الانصاف ، عین الانصاف اور نظم الفرايد فی بعض ابیات العقاید جیسے رسایل لکھے ، اب ہم ان چاروں رسایل کی مدد سے ذیل میں بحرالعلوم اور آگاہ کے اختلافات کو واضح کرنے کي کوشش کرتے ہیں ،

آگاہ نواب امیرالامرا کے دربار میں رہتے تھے ' نواب محمد علی والاجاہ اور عمدۃالامرا بہادر کے دربار سے ان کا اتنا زیادہ تعلق نہیں تھا ' امیرالامرا کی وفات سنہ ۱۲۰۲ ھجری کے بعد تو یہ تعلق اور زیادہ منقطع ہوگیا تھا ' مگر چونکہ ان کے دربار میں آگاہ کے عقیدتمند موجود تھے اس لئے وہاں کے مذاکروں کی خبر آگاہ کو پہنچتی رہتی تھی '

آگاہ نے سنہ ۱۲۰٦ ھجری میں اہل بیت کے مناقب میں ریاض الجنان لکھی ' اس کے خاتمہ میں اہل سنت کی بدعات محرم کا تذکرہ کیا ہے ' اس زمانہ میں بعض علماء کا یہ خیال تھا کہ دسویں محرم کو دس چیزوں کا ادا کرنا سنت ہے ' اس کو خصال عشرۃ محرم کہا جاتا تھا ' وہ یہ ہیں (۱) روزہ رکھنا (۲) نماز پڑھنا (۳) سرمہ لگانا (۴) غسل کرنا (۵) دو لڑنے والوں کے درمیان صلح کرانا (٦) عالموں کو روپیہ پیسہ دینا (۷) نیا لباس پہننا (۸) یتیموں کو کپڑا دینا (۹) توسعہ یعنی اہل و عیال اور دوست اور اقارب کو اچھا کھانا کھلانا (۱۰) بیمار کی عیادت کرنا ' آگاہ نے اپنی کتاب میں لکھا کہ روزہ اور توسعہ کے سوا باقی تمام باتیں بدعت اور بے اصل ہیں ' جب کسی نے بحرالعلوم کو یہ حصہ پڑھکر سنایا تو انہوں نے باصرار کہا کہ یہ بدعت نہیں ہیں ' اور ان کے سنت ہونے پر غنیۃ الطالبین کی ' جو حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی تصنیف کہی جاتی ہے ' روایات پیش کیں ' آگاہ نے بحرالعلوم کو ایک چٹھی لکھی اور اس میں تفصیلی طور پر یہ ثابت کیا کہ روزہ اور توسعہ کے علاوہ باقی باتوں کے متعلق جتنی روایات نقل کی

جاتی ہیں وہ تمام کی تمام موضوع ہیں ' نیز یہ بھی لکھا
کہ غنیۃ الطالبین کو عبدالقادر جیلانی کی تصنیف سمجھنا غلط
ہے ' قطع نظر اس سے کہ ان کی تصنیف ہونے کے ثبوت پر
کوئی معتبر شہادت موجود نہیں ہے ' یہ تصنیف خود اس
درجہ گری ہوی ہے کہ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
کی طرف اس کو منسوب کرنا ان کی شان کو گھٹانا ہے '
بحرالعلوم یہ پڑھکر خاموش ہورہے '

چند دن کے بعد کسی نے بحرالعلوم کے سامنے پھر یہ
مسئلہ چھیڑا تو بیان کیا کہ محدثین کے نزدیک ان
حدیثوں کا کوئی ثبوت نہیں ہے ' اس پر کسی درباری امیر
نے کہا یہ تو آپ کا قول نہیں تھا ' آپ نے یہ مسئلہ فلاں
(یعنی آگاہ) سے لیا ہے '

آگاہ نے ریاض الجنان کے آخر میں لکھا تھا کہ اگر محرم
کے ابتدائی دس دنوں میں کسی پر غم طاری ہوجائے اور وہ
تمام لذات دنیوی کو ترک کردے تو اس کا یہ فعل مذموم نہیں
ہوگا بلکہ اس کو اچھا ہی سمجھا جائیگا ' چنانچہ انہوں نے
اس زمانہ کے ایک بزرگ صوفی کے احوال کو پیش کیا تھا '
آگاہ کے اشعار یہ ہیں '

اور یہ نکتہ بوجھ اے با ہوش	کہ کرے گر کسی پہ یہ غم جوش
اور وہ سب لذتوں کو ترک کرے	نا کچھ آرام پر من اپنا دھرے
بلکہ دن رات غم سنے رووے	کچھ نہ کھاوے نہ پیوے نا سووے
ہور وہ اس امر میں اچھے صادق	ہے وہ بے شک حسین کا عاشق
ہیگا یہ امر بے گماں محمود	دیوینگا اس کو دوجہاں میں سود

تھا محمد حسین فخر زمن — عالم بے نظیر ملک دکن
جو ہے مشہور امام صاحب سے — کیا لکھے اوس کے کوئی مناقب سے
یوں ولائے حسین سے دمساز — تھا بہت اوس کے تیئں یہ سوز و گداز
جب محرم کا ماہ آتا تھا — وہ نہ سوتا تھا اور نہ کھاتا تھا
بلکہ رہتا تھا گریہ میں دن رات — کہے اوس سے کہ کچھ تو کھاکر بات
بولا کیوں کھاؤں میں کہ چرخ اوپر — حور و املاک غم میں ہیں یکسر
آخر وہ باصفا بوجہ سدید — شہر بیدر منے ہوا ہے شہید
قدس اللہ سرہ الصافی — و ھدانا لقسطہ الوافی

بحرالعلوم نے کہا کہ اس قسم کے صوفیوں کے احوال کا کیا اعتبار، ان کا قبول نہ کرنا ہی بہتر ہے - اس پر آگاہ لکھتے ہیں

" گفتم این معنی از قبیل احوال است و انکار احوال موجب استنکار، عجب از مشارالیہ کہ با آنکہ دم از تصوف می زنند بر حال انکار می کنند "

اسی قبیل کے دوسرے مسئلے تھے جن میں بحرالعلوم کو آگاہ سے بہت اختلاف تھا، مثلاً بحرالعلوم حضرت معاویہ کو خلافت کا مستحق سمجھتے تھے، ان کا حضرت علی سے لڑائی کرنا ان کے نزدیک اتنا سخت جرم نہیں تھا، چنانچہ ایک مرتبہ نواب محمد علی والاجاہ نے بحرالعلوم سے دریافت کیا سنا جاتا ہے کہ حضرت علی نے حضرت معاویہ پر لعنت بھیجی اور انہیں گالیاں دیں، بحرالعلوم نے جواب دیا، کیا مضایقہ آخر حضرت معاویہ نے بھی تو حضرت علی پر لعنت بھیجی ہے اور انہیں گالیاں دی ہیں،

ایک دوسری مرتبہ نواب صاحب نے پوچھا کہ حضرت معاویہ نے حضرت علی سے کیوں لڑائی کی اور کس واسطے خلافت کو ان کے حوالے نہیں کردیا ' بحرالعلوم نے فوراً جواب دیا کہ حضرت علی نے کیوں خلافت کو حضرت معاویہ کے حوالے نہیں کردیا ' جیسا کہ حضرت امام حسن نے اپنے زمانہ خلافت میں کیا تھا ' اس پر آگاہ بہت ہی بر افروختہ ہوکر لکھتے ہیں '

" استغفراللہ من اجراء ھذا النقل علی اللسان فانہ فی غایۃ الوھن و الخسران ' ہر نہروانی ازیں حکایت تر آید تا بہ بغضان دیگر چہ رسد چنیں کلمات باردہ است کہ سفیاں را متہم می سازد و دل اہل حق را می گدازد "

آگاہ کا یہ دعوی تھا کہ حضرت علی نے حضرت معاویہ پر کبھی لعنت نہیں بھیجی بلکہ جب صفین میں اپنے ساتھیوں کو اہل شام پر لعنت بھیجتے اور انہیں گالیاں دیتے سنا تو فرمایا تمہارا دوسروں کو گالیاں دینا مجھے سخت نا پسند ہے ' اگر صرف ان کے اعمال بد کو بیان کرو تو یہ ٹھیک ہے ' بلکہ اس کی جگہ پر یہ دعا کرو تو بہتر ہے اللھم احقن دمائنا و دماءھم و اصلح ذات بیننا و بینھم

آگاہ نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس بات کو ثابت کیا ہے کہ حضرت معاویہ حضرت علی کے برابر نہیں ہوسکتے ' وہ ان کے برابر تو کیا ایک معمولی صحابی حضرت عبادہ بن صامت کے بھی برابر نہیں ہوسکتے جن کی مخالفت کی بناء پر حضرت عمر نے حضرت معاویہ کو بہت ہی سخت سست کہا اور فرمایا کہ " اے طلیق بن طلیق تجھے اتنی جرات ہوگئی ہے کہ رسول

خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ اصحاب سے مقابلہ اور مناظرہ کرے وہ (یعنی عبادہ بن صامت) تجھ پر حاکم ہیں اور تو ان کا محکوم ہے، اگر بار دیگر ان کے ساتھ مناظرہ کریگا تو مجھ سے وہ چیز دیکھیگا جو تجھ کو بہت برا لگیگا "

آگاہ کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت معاویہ باغی تھے، اور چونکہ وہ صحابی ہیں اس لئے ان پر لعنت نہیں بھیجنی چاہئے، مختلف رسایل میں آگاہ نے اس مسئلہ پر کافی بحث کی ہے، اور اس پر بہت سی دلیلیں دی ہیں، بحرالعلوم اس مسئلہ میں آگاہ سے شدت کا اختلاف رکھتے تھے، ان کا خیال تھا کہ حضرت علی کے خلاف حضرت معاویہ کی لڑائی در حقیقت ایک اجتہادی غلطی کا نتیجہ تھی، اور صحیح حدیث کے مطابق اگر مجتہد غلطی کرے تو بھی اس کو ایک اجر ملتا ہے، اور اگر اس کا اجتہاد ٹھیک ہو تو اس کو دو اجر ملتا ہے،

بحرالعلوم اس مسئلہ میں بخاری کی ایک حدیث سے استدلال لیتے تھے، ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ حضرت معاویہ وتر کی نماز ایک رکعت ادا کرتے ہیں، ان کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت ابن عباس نے جواب دیا دعہ فانہ فقیہ، ان کو چھوڑ دو کیونکہ وہ بے شک فقیہ ہیں، اور فقیہ اصولیوں کی اصطلاح میں مجتہد کو کہتے ہیں، پس ابن عباس کے قول کے مطابق حضرت معاویہ کا اجتہاد ثابت ہو گیا

آگاہ نے ان تمام حدیثوں پر تنقید کی ہے جو معاویہ کے بارے میں وارد ہوی ہیں اور لکھا ہے کہ فقیہ کے یہ اصطلاحی معنے امام بخاری نے مراد نہیں لئے تھے، کسی شارح نے اس

لفظ کی تشریح مجتہد سے نہیں کی ہے ' آنحضرت صلعم کی وفات کے دوسو سال بعد یہ اصطلاح وجود میں آئی ہے ' صدر اول میں اس کے یہ معنے ہرگز نہیں سمجھے جاتے تھے ' نیز آگاہ نے یہ لکھا ہے کہ اصولیوں کے نزدیک بھی اس لفظ کے ہمیشہ یہی معنے مراد نہیں لئے جاتے کیونکہ ایسے فقیہ کو بھی جو مجتہد کے درجہ تک نہیں پہنچا ہے ' فقیہ ہی کہا جاتا ہے '

علماء سلف میں اکثر اسی کے قایل ہیں کہ حضرت معاویہ باغی تھے ' مگر بعض علماء متاخرین جیسے امام غزالی ' امام شمس الدین ذہبی ' عماد الدین ابن کثیر ' شیخ ابن حجر مکی اور شیخ ابن الہمام وغیرہ نے ان کو مجتہد مانا ہے ' آگاہ نے لکھا ہے کہ علماء سلف کی ایک کثیر جماعت کی راے کے سامنے ان کی راے قابل قبول نہیں ہوسکتی '

آگاہ نے اپنی کتابوں میں حضرت جامی کے اشعار سے بھی استشہاد کیا تھا جس میں وہ فرماتے ہیں '

آں خلافے کہ داشت با حیدر   در خلافت صحابی دیگر
حق در انجا بدست حیدر بود   جنگ با او خطاے منکر بود
آں خلاف از مخالفاں مپسند   لیکن از طعن و لعن لب در بند

بحرالعلوم اس کو نہیں مانتے تھے ' بلکہ لفظ منکر کی تاویل کرتے تھے ' چنانچہ آگاہ لکھتے ہیں '

یکے از عالمان ہندوستاں   کہ درینجا بود شہیر زماں
اعتراضے بلفظ منکر کرد   شکل آں را چنیں مصور کرد
کہ معاویہ مجتہد بودہ است   بہر ادراک حق بجد بودہ است
یعنی از قاتلان ذوالنورین   طالب اقتصاص شد بے مین

نہ پے ملک و مال جنگ نمود — اجتہادش رہ خطا پیمود
ہر کہ در اجتہاد کرد خطا — اجر واحد کند خداش عطا
اجتہاد علی چو بود صواب — حصہ او دو اجر شد درباب
ہر خطائے کز اجتہاد شود — حمل منکر برو روا نہ بود
لفظ منکر بہ بیت مولانا. — از پے قافیہ است اے دانا
ایں بود اصل قول آں فاضل — بعد ازاں چند جاہل غافل
کردہ منضم بآں حواشی چند — کش نباشد بعقل و دیں پیوند
ہر یکے زاں گروہ از خامی — طعنہ زن شد بحضرت جامی
آں کہ باشد مدیحش از کم کم — چوں بود گر بر آرد از دم دم
نیست شایستہ هفوۃ جہلا — کہ کند رد آں کسے املا
بنویسم جواب آں فاضل — غور کن دروے از دل بے غل

اس کے بعد نظم میں بحرالعلوم کی تاویل کی تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ صدر اول سے لیکر تمام ایمہ کرام حضرت معاویہ کو باغی مانتے آئے ہیں، تمام صوفیاے کرام کا بھی یہی عقیدہ ہے، صرف شیخ احمد مجدد سرہندی اس عقیدہ کے مخالف ہیں، بحرالعلوم کے شیخ احمد سے استشہاد کرنے پر آگاہ ایک طعن کرتے ہیں اور کہتے ہیں

عجب دیگر آنکہ آں فاضل — منکر شیخ احمد است بدل
اندریں حرف راہ او پیمود — چشم پوشیدہ اقتداش نمود

بحرالعلوم نے یہ جو کہا کہ شاید جامی منکر کے لفظ کو قافیہ کی غرض سے لائے ہوں آگاہ لکھتے ہیں

آنچہ گفتہ کہ لفظ منکر را — از پے قافیہ نمود املا
سخنے بس عجیب کرد ادا — کہ نباشد نہایتش پیدا

هر ظریفے کہ بشنود ایں حرف　　منبحث گردش سرور شگرف
غالبا اندریں زمان تعب　　کہ بود قحط انبساط و طرب
راہ اطراب دوستاں پیمود　　ورنہ ایں حرف را نمی پیمود

اس کے بعد اس پر بحث کی ہے کہ حضرت جامی شاعری کے مسلم الثبوت استاد تھے، ان کے متعلق یہ کسطرح خیال کیا جاسکتا ہے کہ ان پر قافیہ تنگ ہوگیا تھا،

بر چنیں نغمہ سنج قدس اسنگ　　کے شود در کلام قافیہ تنگ
بے تامل سخن نباید گفت　　زانکہ در سرسری نشاید سفت

آگاہ لکھتے ہیں کہ اگر حضرت معاویہ کو اس معاملہ میں مجتہد مان لیا جائے تو پھر ان کے دوسرے تمام جرائم کو بھی اجتہادی غلطی کا نتیجہ ماننا ہوگا، جیسے حدود کو جانتے بوجھتے جاری نہ کرنا، حضرت امام حسین سے خلافت کے متعلق عہد کرکے اس کو توڑ دینا، حضرت علی کو گالیاں دینا، اور دوسروں کے ذریعہ انہیں گالیاں دلوانا اور لوگوں کو اس کی تاکید کرنا کہ حضرتین حسنین کو آنحضرت صلعم کے نواسے نہ کہیں، انصار کے ساتھ برا سلوک کرنا، شہدائے احد پر نہر جاری کرنا، آنحضرت صلعم کے منبر مبارک کو ملک شام لے جانے کی کوشش کرنا، حجر بن عدی کو قتل کرانا، اپنے ناخلف لڑکے کو اپنا جانشین بنانا، اور مدینہ منورہ پر مسلم بن عقبہ مری جیسے ظالم کو مسلط کرنا وغیرہ

بحرالعلوم کی ایک دلیل یہ بھی تھی کہ اگر حضرت معاویہ کو مجتہد نہیں مانا جائے تو ان کو فاسق ماننا پڑیگا کیونکہ انہوں نے جان بوجھ کر حضرت علی کے خلاف جنگ کی اور

ہزاروں کے قتل کے باعث ہوے ، اور چونکہ فسق عدالت کے منافی ہے ، اس لئے ان کی روایت متروک ہوگی حالانکہ یہ سب کی تسلیم کی ہوی بات ہے کہ تمام صحابہ عدول ہیں ، ان کی اس دلیل کو ذکر کرکے آگاہ لکھتے ہیں ،

" گفتم واعجبا ثم واعجبا ، ہر چند مشارالیہ عمرے بتدریس بسر بردہ اند لیکن مطالعہ کتب ایں فن باید نمود تا معلوم شود کہ اصحاب حدیث وغیرھم صحابہ را رضی اللہ عنہم بچہ معنی عدول گفتہ اند "

اس کے بعد آگاہ لکھتے ہیں کہ اس میں شبہ نہیں کہ روایت کا قبول کرنا راوی کی عدالت پر موقوف ہے ، اور عدول وہ شخص ہے جو گناہ کبیرہ کا مرتکب اور صغیرہ پر مصر نہ ہو ، اور بازار وغیرہ میں کھڑے ہوکر کھاتا پیتا نہ ہو ، صحابہ کرام میں اس قسم کی عدالت تلاش کرنا ٹھیک نہیں ہے ، ان کی روایت ہر حال میں مقبول ہوگی ، اس بات پر سب کا اتفاق ہے ، یہ نہیں کہ صحابی سے ایک مرتبہ یا کئی مرتبہ معصیت سرزد نہ ہوی ہو ، کوئی محدث بھی صحابہ کی عدالت کی یہ تعریف نہیں کرتا ،

اس کے بعد مختلف حدیثوں سے اپنے دعوے کو ثابت کیا ہے ، اور لکھا ہے کہ حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص اور ان کے مانند دوسرے صحابہ کی ، جن کی مجموعی تعداد تقریبا دس ہے ، روایت مقبول ہے ، اگر چہ ان سے غیر اجتہادی غلطیاں صادر کیوں نہ ہوی ہوں ،

آگاہ کو بحرالعلوم سے یہ شکایت تھی کہ ایک ایسے وقت جبکہ رفض کے بلوے کی وجہ سے ان کی زندگی تنگ ہوگئی

ہے اور ان پر جسمانی ضعف غالب ہوگیا ہے ' ان کی مدد
کرینن الٹا ان سے سوءظن پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے
خود آگاہ لکھتے ہیں '

" دریں جا صاحبان انصاف کنند کہ در چنیں زمان فساد
عنوان ہمچو من ضعیفے برد مبتدعان پردازد و مشارالیہ دم
از ملک العلماء و تقوی و پارسائی زنند پس بجاے اعانت من
با بہام رد بر من پردازند و اگر احیانا خللے در لفظ یا معنی
می دیدند بسبیل اخفا بمن آگہی می دادند تا آں را درست می
ساختم و حال آنکہ عبارات مرقومہ مشارالیہ و ہمے بیش نیست "

آگاہ نے تاریخ ابن کثیر پر چند حواشی لکھے تھے ' اور غالبا
یہی مسئلہ زیر بحث تھا کہ حضرت علی کے خلاف معاویہ کی
لڑائی ایک اجتہادی غلطی کا نتیجہ تھی ' بحرالعلوم نے عوام کے
درمیان اس کا چرچا کرنا شروع کیا اور ان کی عیب جوئی شروع
کردی ' چنانچہ آگاہ لکھتے ہیں '

" ایں جانب بر مواقع بسیار از تاریخ ابن کثیر حواشی عربیہ
نوشتہ کہ آں را کسے غیر عالم نداند ' مشارالیہ را کدام ضرورت
داعی بود کہ آں را بین العوام شایع سازند و ذریعہ بد گوئی
و عیب جوئی من نمایند و ایں ہم نیست کہ بہ حمیت ہم
مذہبی خود ملالے بہم رسانندہ باشند چنانچہ بمجرد آنکہ رد قول
ابن نجیم را در رسالۂ افضلیت دیدند محبت و ارتباط پیشین
را رہ نوردیدند و حال آنکہ ایں جانب ایں قسم مناقشۃ در رسایل
مذکورہ و کشف الغطا یا مولانا سعدالدین تفتازانی وغیر او چنانکہ
دریب اہل علم است کردہ و ابن کثیر خود شافعی المذہب است "
آگاہ نے اپنے معشرت نامہ کو اس شعر سے ختم کیا ہے

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

آخری چند سال آگاہ نے اپنی عمر کے چند سال کچھ اطمینان اور سکون کے ساتھ گذارے سنہ ۱۲۱۶ ھ میں نواب عظیم الدولہ کی تخت نشینی سے شیعیت کی آندھی کچھ کم ہوگئی تھی ، آگاہ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہوگئے تھے ' غیر معمولی محنت اور افکار کی وجہ سے ان کے قوائے جسمانی بہت کم زور ہوچکے تھے ' وہ صرف چار سال زندہ رہ سکے ، اس مختصر مدت میں ان کی زندگی کا کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ملتا ، البتہ انہوں نے اپنے ایک دوست بہرام جنگ کی وفات پر تاریخ لکھی ، وہ قاضی شیخ محمد تلمسانی کے فرزند تھے ' آشکار اپنا تخلص کرتے تھے ' ان کا اصلی نام محمد عبداللہ خاں تھا ، نواب محمد علی والاجاہ نے قادر نواز خاں اور نواب عمدۃالامرا نے بہرام جنگ کا خطاب دیا تھا ' سنہ ۱۲۱۹ ہجری میں مدراس میں وفات پائی ، آگاہ کی لکھی ہوئی تاریخ یہ ہے ،

آہ چوں بہرام جنگ اندر شتاب — کشتہ از تن دور شد با روح جفت
سال تاریخ رحیلش را سروش — روح او در روح و ریحان شاد گفت
سنہ ۱۲۱۹ ہجری

آگاہ کی وفات آگاہ نے ۱۴ ذوالحجہ سنہ ۱۲۲۰ ہجری کو پنجشنبہ کے دن وفات پائی ، گھر ہی کے احاطہ میں ان کو دفن کیا گیا ، ان کی قبر میلاپور کے راستہ میں ابھی تک موجود ہے ' ان کے مرنے کے بعد کئی حضرات نے تاریخ وفات کہی ' مولوی محمد غوث شرف الملک بہادر نے " قدمات فرد العصر "
سنہ ۱۲۲۰ ہجری

کے فقرہ سے ان کی تاریخ وفات نکالی ہے ۔ شرف الملک بہادر آگاہ
کے بھتیجے محمد صفی الدین ناصر کے خسر تھے اور اس وقت
کرناٹک کے مدار المہام تھے '

آگاہ کے ایک شاگرد نے ' جن کا نام میر مبارک اللہ خاں اور
تخلص راغب تھا ' حسب ذیل تاریخ وفات لکھی ہے '

سروشم سال فوتش گفت باآہ　　بفردوس معلی رفتہ آگاہ
سنہ ۱۲۲۰ ہجری

دوسرے ایک صاحب نے عربی میں حسب ذیل تاریخ کہی ہے '

قیل لی نجم بمدراس غرب　　ارخت حالا باقر العلم ذهب
سنہ ۱۲۲۰ ہجری

جناب سید ابوطیب والا نے حسب ذیل تاریخ وفات کہی تھی

چو رخت از دار دنیا بست آگاہ　　دریغا وا دریغا وا دریغا
پے تاریخ آں از درد جانکاہ　　نمودم سر بجیب فکر والا
بگفتا از سر ماتم سروشم　　فآها ثم آها ثم آها
سنہ ۱۲۲۰ ہجری

اولاد آگاہ نے دو شادیاں کی تھیں - پہلی بیوی سے شاید
ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جو سنہ ۱۱۸۵ ہجری میں چند دن
بیمار رہ کر وفات پا گیا - اس کے چند دنوں بعد بیوی بھی
وفات پا گئیں اور پھر ان کا بھائی بھی انتقال کرگیا - ان پے درپے
حادثات کی وجہ سے آگاہ پر ایک دلی افسردگی چھاگئی تھی - نواب
امیرالامرا اور نواب محمد علی والاجاہ کے اصرار پر آگاہ نے نیلور
میں ربیع الاول سنہ ۱۱۸۵ ہجری میں دوسری شادی کی - اس کا
تذکرہ انھوں نے اپنے ایک عربی خط میں کیا ہے جو انھوں نے
غلام علی آزاد کو لکھا ہے شاید انھی کے بطن سے ایک لڑکا جعفر اور ایک

لڑکی کنیز فاطمہ پیدا ہوئی تھی - آگاہ کے عربی مکتوبات پر جعفر بن باقر کی مہر ملتی ہے آگاہ کی مشہور کتاب ہشت بہشت کا ایک نسخہ کتب خانہ اہل اسلام والاجاہ روڈ مدراس میں ہے، یہ سنہ ۱۲۶۲ ھجری کا چھپا ہوا ہے، اس کی آخری عبارت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جعفر صاحب قبلہ نے اس نسخہ کی تصحیح کی تھی، اور سید احمد نبیسہ باقر آگاہ نے اپنے اہتمام سے اس کو چھپوایا تھا، یہ جعفر باقر آگاہ ہی کے صاحبزادے تھے، آگاہ نے اپنی کتاب روضۃ الاسلام اپنی لڑکی کنیز فاطمہ کے لئے لکھی تھی محمد واصف مدراسی کے تذکرہ حدیقۃ المرام میں مولوی حافظ محمد حسین کا نام ملتا ہے جو باقر آگاہ کے داماد تھے - بہت ممکن ہے کہ آگاہ کی لڑکی کنیز فاطمہ انہیں سے بیاہی گئی ہو - اور غالباً سید احمد مذکور انہیں کنیز فاطمہ ہی کی اولاد سے ہیں تذکروں میں صفی الدین محمد خاں بہادر کا نام آتا ہے، ان کا تخلص ناصر تھا، یہ آگاہ کے بھتیجے تھے اور ان سے تعلیم حاصل کی تھی، صفی الدین کے ایک لڑکے کا نام مرتضی تھا اور ان کے بیٹے کا نام حبیب اللہ تھا، اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں ہوسکا،

ذاتی اوصاف آگاہ کا سب سے بڑا ذاتی وصف ان کا استغنا ہے، اور قادری حلقہ میں داخل ہوجانے کے بعد تو ان کا یہ وصف بہت زیادہ ترقی کرچکا تھا، وہ کسی امیر یا رئیس کی مدح یا تعریف کرنا یا ان سے شاعرانہ صلے اور عطیے حاصل کرنا اپنی عزت نفس کے منافی سمجھتے تھے، امیرالامرا سے ان کو بڑی محبت تھی اور وہ بھی آگاہ کی بڑی قدر کرتے تھے،

تاہم آگاہ کے دیوان میں کوئی قصیدہ امیرالامرا یا نواب محمد علی والاجاہ کی شان میں نہیں ملتا ، ابجدی ملک الشعراء دربار والاجاہی کے عہدے سے سرفراز تھے ، انھوں نے نواب محمد علی والاجاہ اور امیرالامرا کی شان میں بہت سے قصیدے لکھے تھے اور صلے حاصل کیے تھے ، آگاہ کو اگرچہ ملک الشعرائی کا درجہ حاصل نہیں تھا ، مگر نقد سخن میں وہ ابجدی سے بدرجہا بڑھے ہوے تھے ، اس کے باوجود انھوں نے اس قسم کا کوئی مدحیہ قصیدہ نہیں لکھا ، بلکہ تذکروں میں آتا ہے کہ جب نواب عظیم الدولہ بہادر کی ولادت کے بعد آگاہ نے ایک قطعہ تاریخ لکھ کر امیرالامرا کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے اس کو بہت پسند کیا ، اور خوش ہوکر کہا کہ وہ آگاہ کو شاہی صلہ سے سرفراز فرمائینگے ، اتنا سنتے ہی آگاہ بر افروختہ ہوگئے اور اسی جگہ قطعہ تاریخ کا پرزہ پرزہ چاک کردیا اور کہا

" ایں سخن از آنجناب بسیار عجب است کہ مرا در جرگۂ شعرا داخل فرمودند " (تذکرۂ صبح وطن)

آگاہ کے اکثر قصاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں پائے جاتے ہیں ، اپنے ہمعصروں یا استادوں میں سے انھوں نے صرف اپنے شیخ سید ابوالحسن قربی قدس سرہ اور ان کے صاحبزادے حضرت شاہ عبداللطیف ذوقی اور نیز میر غلام علی آزاد بلگرامی کی مدح کی ہے ، اور ظاہر ہے کہ یہ مدح کسی دنیاوی لالچ اور مال و دولت کی غرض سے نہیں بلکہ اس عقیدت و محبت کی بناء پر تھی جو آگاہ کو ان بزرگوں کے ساتھ تھی ، آگاہ نے اپنی ہر

ایک مثنوی کے آخر میں خدا سے دعا کی ہے کہ انہیں کسی کا محتاج نہ بنائے ' بعض قصاید میں بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے ' چنانچہ ایک عربی قصیدے کے آخر میں کہتے ہیں '

احفظ عبیدک یا مولائی مرحمة من شرذهر غدا بالجور یرمیه
لا تحوجنه الی ذی منصب ابدا و انت ان شئت یا مولای تغنیه

یعنے اے میرے آقا اپنی مہربانی سے زمانے کے تمام مظالم سے جس نے اس کو اپنے تیروں کا نشانہ بنالیا ہے ' اپنے بندے کو محفوظ رکھ ' اس کو ہرگز کسی منصبدار کا محتاج مت بنا اور اگر تو چاہے تو اے میرے آقا اس کو اس منصبدار سے مستغنی کرسکتا ہے '

فارسی اور اردو میں بھی اس قسم کے بہت سے اشعار ہیں ' جن کو طوالت کے خوف سے نظر انداز کیا جاتا ہے '

مروت اور ہمدردی آگاہ فطری طور پر بامروت اور ہمدرد تھے ' سعدی کے اس مقولہ پر ان کا عمل تھا '

با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا '

وہ ہر ایک کے ساتھ ہمدردی کے ساتھ پیش آتے تھے ' امیرالامرا کے نزدیک ان کا بہت بڑا رسوخ تھا ' اکثر لوگ امیرالامرا تک پہنچنے کیلئے انہی کو وسیلہ بناتے تھے اور ملازمتیں اور شاہی عطیے اور انعامات حاصل کرتے تھے ' بیرون ہند کے علماء کی وہ بڑی آؤ بھگت کرتے تھے ' اور امیرالامرا سے ان کو عطیے دلواتے تھے ' ایک مرتبہ حضرموت سے سید محمد زین نامی ایک مشہور عالم مدراس آئے ' ان کی علمی شہرت کی بناء پر نواب محمد علی والا جاہ نے ان سے ملاقات کی ' آگاہ نے امیرالامرا کے سامنے ان کی بڑی تعریف کی '

چنانچہ وہ ان کو ساتھ لیکر ان سے ملنے گئے ، اسی طرح جب شاہ اتفاق دہلی سے مدراس آئے تو امیرالامرا آگاہ کو ساتھ لیکر ان کے پاس گئے اور نواب محمد علی والا جاہ کے حکم سے ایک ہزار ہون ان کی خدمت میں نذر کئے ، امیرالامرا نے آگاہ ہی کی سفارش پر محمد عنایت اللہ خوشنویس کو اپنے لڑکے نواب عظیم الدولہ کا اتالیق مقرر کیا ، آگاہ کے ایک شاگرد امداد علی امداد نے اپنے وطن بلگرام سے امیرالامرا کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھ کر آگاہ کی خدمت میں روانہ کیا جنھوں نے خود ہی پڑھکر نواب صاحب کو سنایا اور پان سو روپیہ شاہی صلہ لیکر بذریعہ ہنڈی اپنے شاگرد کو روانہ کیا ،

شیعوں سے بے رخی آگاہ کے شاگردوں میں سنی اور شیعہ دونوں تھے ، انہوں نے ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی ، ہر ایک کے ساتھ انہوں نے اچھا سلوک کیا ، اور شیعہ سنی جھگڑوں کے شروع ہونے تک سب کو ایک ہی نظر سے دیکھا ، لیکن اس جھگڑے کی وجہ سے جانبین کے درمیان اتنی تلخی پیدا ہوگئی تھی کہ آگاہ ایرانیوں اور شیعوں سے کھل کر بات چیت نہیں کرتے تھے ، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جب مرزا محمد صادق خاں کوکب ایرانی سنہ ۱۲۱۷ ہجری میں ایران سے مدراس آئے تو وہ آگاہ سے ملنے گئے ، بات چیت کے ختم ہونے کے بعد جب وہ وہاں سے لوٹے تو آگاہ دستور کے مطابق انہیں رخصت کرنے کیلئے ڈیوڑھی تک نہیں آئے ، اس کی وجہ سے کوکب نے دلی رنج محسوس کیا ، انہوں نے اپنے رفقاء سے کہا کہ یہ شخص مولوی ہے ، پھر بھی ہمیں رخصت کرنے کیلئے ڈیوڑھی تک کیوں نہیں آیا ،

شیعوں کے متعلق آگاہ کی تحریریں اور رباعیات تیر و نشتر سے بھی زیادہ تیز ہوتی تھیں ' شیعوں کے خلاف لکھتے وقت ان کا لہجہ بہت ہی تند ہو جاتا تھا ' ایک جگہ آگاہ نے لکھا ہے کہ اس کا باعث شیعہ ہی ہیں ' اگر ان کے اندر تعصب ہوتا ' جیسا کہ ان پر الزام دھرا جاتا ہے ' تو وہ اپنی شوکت اور قدرت کے زمانہ میں شیعوں کی بیخکنی کردیتے تھے ' چنانچہ خود ہی کہتے ہیں

" لیکن جمعے از شمایہ اظہار خدشات لاطایل و گفتگو ہای بے صرفہ لا حاصل کشاں کشاں بایں تقریر و تحریر آوردند "

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں '

" اگر از طرف شما اول ایں شور و غوغا دکان اظہار نمی آراست ازیں طرف ہم صدائے وندائے بر نمی خاست ' مضی مامضی ' الحال ہم بمصداق السکوت اسلم کار بندید و گفتگوے مذکور را بگذارید و عوض آں در نشر مناقب حضرات ایمہ قدسی مناصب کہ متفق علیہ فریقین است پردازید و احراز اجور و بہبود دارین نمائید و اگر ازیں امر دل پذیر نیز سرتابی کنید ...... خود را آمادۂ مباہلہ سازید و دریں باب بلیت و لعل نہ پردازید "

تبحر علمی آگاہ نے سارا علم کسی استاد کی مدد کے بغیر حاصل کیا تھا ' چنانچہ خود ہی کہتے ہیں '

میرا علم بے شک خداداد ہے
معلم کی منت سے آزاد ہے '

انہوں نے محض ذاتی مطالعہ سے ہر ایک فن میں تبحر پیدا کیا تھا ' تفسیر و حدیث و فقہ اور ادب و تصوف میں ان کو کمال

حاصل تھا، عربی، فارسی اور اردو پر ان کو پوری قدرت تھی، نقد شعر میں ان کے برابر کوئی نہیں تھا، ان کے فیض تربیت سے ان کے کئے شاگردوں نے بڑا نام پیدا کیا، تذکرۂ گلزار اعظم میں ہے،

"عالمے بفیض تربیتش استعداد شان بہم رسانیدہ در اماثل و اقران نامی و ماجد بر آمدند و بکمالات رایقہ و مقامات فایقہ فایز گردیدند، غنچہ طبع اکثرے از سخن سنجان والا فطرت بہ نسیم اصلاح آں بہار آرائے چمن خیال شگفتہ و ثمر افکار معنی پروران معجز منزلت بآبیاری عنایت آں نخلبند حدیقۂ کمال پختہ گلستان معانی رنگین بترشح ابر دریا بار طبیعت فیض طویتش سراسر سیراب و بوستان مضامین دل نشین باهتزاز هوائے انفاس تقدس اساسش یکسر شاداب لراقمہ،

بندہ را طاقت آں نیست کہ سازد و صفے
از کمالات خدا دادۂ آگاہ رقم

نتائج الافکار کا مصنف ان کے متعلق یوں رقم طراز ہے،

"ذات همایونش بحلیہ فضایل و کمالات آراستہ بود و وجود باجودش بفنون عجیبہ و غریبہ پیراستہ، سر دفتر ارباب فضل و کمال، سرحلقۂ بلند طبعان خوش خیال، صاحب تصنیفات متکاثرہ و کمالات باهرہ، مرد میدان سخنوری، و شمع ایوان نظم گستری، الحق در خیابان کرناٹک همچو سروے سرنہ برکشیدہ و از گل زمین مدراس مثل اوگلے رنگ افروز نگردیدہ بطبع نقاد داد سخن پردازی در دادہ و ابواب فیوض نا متناهی بر روے طالبان این فن کشادہ"

معقولات اور فلسفہ سے بے تعلقی آگاہ کو حدیث و فقہ ' سیر و تاریخ اور ادب سے ایک فطری لگاؤ تھا ' اگرچہ معقولات اور فلسفہ کا علم ان کیلئے کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا مگر ان کو ان سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی ' چنانچہ خود ہی کہتے ہیں '

غرض در علوم فروع و اصول　　خدا کی عنایت سے ہوں با حصول
نہیں فلسفہ کا مجھے کچھ بھی پاس　　و گرنہ وہ کیا چیز ہے میرے پاس

ایک جگہ نا قدری زمانہ کی شکایت کی ہے اور اپنے زمانے کے علماء پر افسوس ظاہر کیا ہے کہ ان کو حدیث و سیر سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں ہے ' ان کا خطاب زیادہ تر بحرالعلوم کی طرف تھا ' چنانچہ تحفۃ الاحباب میں تحریرا لکھتے ہیں '

" اکثر علماے ہندوستان ان کتابوں (یعنی کتب سیرت) کو پڑھتے نہیں ہیں بلکہ وہ تمام دن رات معقولات میں مشغول رہتے ہیں ' جب اس ملک کے علماء کا حال یہ ہے تو عوام کو حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم کے احوال سے کیا خبر "

مشرب آگاہ مشربا قادری تھے ' انھوں نے حضرت سید شاہ ابوالحسن قربی قدس سرہ سے قادریہ سلسلہ میں بیعت کی تھی ' اور ان سے تصوف اور سلوک کی تعلیم حاصل کی تھی ' وہ ہمیشہ اپنے نام کے ساتھ قادری لکھتے تھے ' حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کو غیر معمولی عقیدت تھی ' اس کا اظہار ان کی کتاب محبوب القلوب سے ہوتا ہے اس کے آخر

میں حضرت محبوب سبحانی کی تعریف میں دو قصیدے ہیں، اس کا ہر ایک لفظ سچی عقیدت سے بھرا ہوا ہے، ہر ایک مثنوی میں حمد و نعت اور معراج کے ذکر کے بعد حضرت عبدالقادر جیلانی اور حضرت قربی کی مدح کی ہے، اور ہر کتاب اور رسالہ کا خاتمہ بھی حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی کے نام سے کیا ہے،

اس عقیدت کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ قادری طریقہ میں آنے کے بعد آگاہ کا دل انوار اور تجلیات سے بھر گیا تھا، اور زندگی کی کٹھن منزلوں میں ان کی وجہ سے دلی اطمینان اور سکون حاصل ہوا، اور دوسری وجہ یہ تھی کہ جنوبی ہند میں قادریہ طریقت کے پیرووں ہی نے اسلام کو پھیلایا تھا، اور انھی کے ذریعہ یہاں اسلام کو فروغ ہوا، اس لئے بطور اظہار تشکر ربیع الثانی کے ابتدائی گیارہ دنوں میں بڑے جوش عقیدت کے ساتھ مجلسیں منعقد کی جاتی ہیں اور ان میں حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب بیان کیے جاتے ہیں، غریبوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے، آگاہ نے محبوب القلوب کے آخر میں اس کی تاکید کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں

"اے بھائی جان اس رسالے کو ہمیشہ ورد کر خصوصا ربیع الآخر کے مبارک مہینے میں گیارہ دن تلک دن رات اس کو پڑھ اور دوسروں کو سنا اور جس قدر تجھے مقدور ہے، صدق

شوق سے کچھ پکاکر صلحا و فقرا کو کھلا تاحق سبحانہ و تعالی تجھے اور ان کو برکات بے نہایت عطا کرے ، کیا واسطے کہ ذکر خیر محبوب درگاہ کا عین ذکر حضرت حبیب اللہ ہے ، صلی اللہ علیہ وسلم "

مسلک آگاہ مسلکا شافعی تھے ، اور اپنے نام کے ساتھ شافعی لکھا کرتے تھے ، لیکن دوسرے مسلکوں کے ساتھ انہیں کوئی تعصب نہیں تھا ، ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا ، وہ ہر ایک کے نقطہ نظر اور دلائل کو اچھی طرح جانتے تھے ، وہ نرے مقلد نہیں تھے ، بلکہ کئی جگہ اپنے مسلک کے عالموں سے بھی اختلاف کیا ہے ، حافظ عمادالدین ابن کثیر شافعی تھے ، اس کے باوجود آگاہ نے ان کے خلاف اپنے خیالات ظاہر کیے ہیں ، ان کے زمانہ میں حنفیوں اور شافعیوں کے درمیان حد درجہ تعصب تھا ، آگاہ اس کو سخت ناپسند کرتے ہیں ،

" و دریں دیار بسیارے از قوم لبیولو ہکشہ سواحل بحریہ چہ شافعیہ و چہ حنفیہ باہم تعصب مفرط دارند و بجانب داری منازعت روزہا مساجد را معطل می گزارند اعاذنا اللہ تعالی من التعصب و سایر الشرور و ارزقنا اتباع السنۃ المعروفۃ بالنور "

(کتاب الرسایل - رسالہ دوم فصل دوم)

تصنیفات آگاہ نے عربی ، فارسی اور دکھنی میں بے شمار کتابیں لکھی ہیں ، ان کی کل تعداد تین سو تین اور محبوب

القلوب کے پہلے صفحہ پر پانسو پچپن بتائی گئی ہے ' تذکرۂ گلزار اعظم میں ہے '

'' اوقات عزیزۂ خود را بتالیف و تصنیف کتب فنون جداگانہ نظما و نثرا در زبان عربی و فارسی و ہندی مصروف گردانید جملہ تصانیف او در السنہ ثلاثہ از روے حساب ابیات زیادہ از پنجاہ ہزار است ، ہر یکے ازانہا مشتہر و برگزیدۂ روزگار ''

اگر ابیات کا حساب کیا جائے تو تین سو تین یا پان سو پچپن کی تعداد بالکل مبالغہ آمیز معلوم ہوتی ہے ' ہم ذیل میں انہی تصانیف کا ذکر کرینگے ' جن کے نام اور حالات کا مختلف کتابوں سے پتہ چلتا ہے ' سہولت کی خاطر ہم ان کو زبانوں کے لحاظ سے تقسیم کرتے ہیں اور ان پر علحدہ علحدہ بحث کرتے ہیں '

عربی تصانیف آگاہ عربی کے مسلم الثبوت استاد تھے ' اس زبان پران کو پوری قدرت حاصل تھی ' انہوں نے کئی جگہ اپنی اس قابلیت پر فخر کیا ہے ' ایک جگہ لکھتے ہیں '

میری نظم دلکش کو وہ فیض ہے ۔۔۔ کہ اس سے ہوا نام طائی کا طے
ابو طیب اس خوف و ہیبت سے ۔۔۔ کیا توبہ لاف نبوت سے
میری نثر میں ہووے صابی صبی ۔۔۔ نظر آوے واں ابن عتبی غبی
گر انشا کا بانی ہے عبدالحمید ۔۔۔ ولے میں ہوں خاتم بوجہ سدید

آگاہ کی جو عربی تصانیف ہم کو مل سکی ہیں ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر قدیم رنگ چھایا ہوا

ہے ' نظم میں وہ معلقات کا تتبع کرتے ہیں اور نثر میں ہمدانی اور حریری کی پیروی کرتے ہیں ' ان کی عبارت مقفی اور مسجع ہوتی ہے ' لیکن سلاست اور روانی میں کوئی فرق نہیں آتا ' آگاہ کی عربی تصانیف کی ایک مختصر فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے '

١ ۔ تلک عشرۃ کاملۃ ہندیۃ ' اس کا ایک قلمی نسخہ کتبخانہ محمدی دیوان صاحب باغ مدراس میں ہے ' اس میں کل بارہ قصیدے ہیں ' ابتدائی دس قصیدے مشہور معلقات عشر کا جواب ہیں ' ہر ایک کا الگ الگ نام دیا ہے ' اس کی تفصیل حسب ذیل ہے '

(١) نفثۃ المصدور بمدح شفیع یوم النشور ٥٤ شعر (٢) بثۃ المکظوم بامتداح النبی المعصوم ٥١ ۔ شعر (٣) ترویح القلوب بوصف شمایل المحبوب ٥٠ شعر (٤) استنزال السکینۃ بنعت صاحب المدینۃ ٦٣ شعر (٥) بشری الکئیب بذکر خصایص الحبیب ۔ ٥٢ شعر (٦) تنفیس الکروب و الشجون بتوصیف صفوۃ الکاف و النون ٦٦ شعر (٧) تشویق المشوق الملتاع الی بدر ثنیات الوداع ٦٣ شعر (٨) نجم مامول الضمیر فی الثناء علی البشیر النذیر ٥٠ شعر (٩) الزھر البسیم فی منقبۃ الروف الرحیم ٥٨ شعر ۔ (١٠) عروۃ العفاۃ باطراء من ھو رحمۃ مھداۃ ٤٢ شعر ۔

ان کے علاوہ دو قصیدے حضرت محبوب سبحانی کی مدح میں ہیں ' جن کے اشعار کی تعداد ٤٦ اور پچاس ہے ' ہر قصیدہ کے بعد آگاہ نے مشکل اور مغلق الفاظ کی شرح کردی ہے '

ابتدائی سات قصیدے سنہ ۱۱۹۵ ہجری میں تصنیف ہوے تھے باقی تین قصیدے اس سے کئی سال پہلے نظم کیے جاچکے تھے ' آگاہ نے ان دس قصیدوں کو ملاکر تلک عشرۃ کاملۃ ھندیۃ کا تاریخی نام دیا ہے '

نمونہ کے طور پر اس کے چند اشعار ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں ' حضرت عبدالقادر جیلانی کی مدح کرتے ہوے کہتے ہیں '

یا مظہرا تم معناہ و صورتہ	ساویت جدک فی ما انت آتیہ
یا رحمۃ اللہ و یاعین الحیات ویا	روح الوجود بسر کامن فیہ
قلبی کظیم کئیب مالہ طرب	عساک تنشطہ عطفا و تحییہ
جسمی یسارع من سقم الی سقم	یا شافی الکل لطف منک یشفیہ
بدا لقلبی اوام حل فی کبدی	فارتجی منک سلسالا یرویہ
فی سوحک الباقر الھلوک معتکف	لعل لطفک بالاحسان یوویہ
احفظ عبیدک یا مولای مرحمۃ	من شر دھر غدا بالجور یرمیہ
لا تحوجنہ الی ذی منصب ابدا	و انت ان شئت یا مولای تغنیہ
علیک منا سلام مالہ عدد	مادام یتلوا کتاب الشوق تالیہ

۲ ۔ مقامات عربیہ ۔ اس کا ایک قلمی نسخہ بھی کتبخانہ محمدی میں ہے ' اس کے کل صفحات ۱۰۱ ہیں ' اور ہر ایک صفحہ میں گیارہ سطریں ہیں ' اس میں کل چار مقامات ہیں ' پہلے مقامہ کا نام المقامۃ الشمامۃ الکافوریۃ فی وصف المعاھد الایلوریۃ ہے ' ۵۴ صفحوں پر پھیلا ہوا ہے ' اس میں ویلور کے قلعہ '

چشمہ ، نہر ، پھولوں ، پھلوں ، پیشہ وروں ، اور ارباب کمال کی
تعریف کی ہے ، آخر میں حضرت قربی کی تعریف میں ایک
عربی قصیدہ ہے ، جس کے چند اشعار یہ ہیں ،

شریف سید سند کریم　　غدا فی الفخر مستند الکرام
ھو الصندید فی غرر السجایا　　و فی العلیا الامام ابن الامام
ابو الحسن العلی القدر شانا　　حسینی المناقب و المقام
و رکن الدین للاسلام عونا　　علی علاتہ فی الاھتمام
و فی نخب التقی مسعاہ عال　　و فی رتب العلی مرقاہ سامی
و انت لدین ربک نعم عون　　و انت لشرع جدک خیر حامی
کلامی عن ثنایک فی قصور　　علیک تحیۃ الرب السلام

اس مقامہ میں تلک عشرۃ کاملۃ کے چند قصاید کے حوالے
ہیں ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصیدہ سنہ ١١٩٥ ھجری
کے بعد لکھا گیا ہے ، باقی تین مقامے یعنی المقامۃ الخطفۃ
العقابیۃ للفارۃ الوسکیۃ ، المقامۃ الترشنافلیۃ اور المقامۃ الارکاتیۃ
بہت مختصر ہیں ، المقامۃ الخطفۃ العقابیۃ میں ایک نووارد
عرب کی زبان کی غلطیوں کا مذاق اڑایا ہے ، یہ شخص سنہ ١١٩١ ھ
میں مدراس آیا تھا ، اور آگاہ سے درخواست کی تھی کہ وہ
امیرالامرا کے پاس اس کی سفارش کردیں ، آگاہ نے کہا کہ نواب
صاحب ان دنوں بہت مصروف ہیں ، کچھ دن انتظار کرو تو
تمہارا کام بن جائیگا ، اس پر وہ عرب خفا ہوگیا اور لوگوں
میں کہتا پھرا کہ آگاہ کو عربی نہیں آتی ، اور آگاہ کے نام

ایک خط لکھا جس میں زبان کی بہت غلطیاں تھیں ، اس لیے
آگاہ نے اس مقامہ میں اس کی دھجیاں اڑائی ہیں ،

مقامہ ترشناقلیہ اور مقامہ آرکاتیہ حریری کے اسلوب پر لکھے
گئے ہیں ، ان میں سالم بن ہاشم کو راوی اور ابوالفرح البدری
کو ہیرو بنایا گیا ہے ، پہلے مقامہ کا خلاصہ یہ ہے کہ راوی
سالم بن ہاشم ویلور سے ترچناپلی پہنچتا ہے ، اور وہاں ایک نام
نہاد صوفی کی مجلس میں حاضر ہوتا ہے ، جو اپنے حقایق کو
بڑی لفاظیوں کے ساتھ بیان کررہا تھا ، اتنے میں ایک نووارد
پہنچتا ہے ، پھٹے پرانے حال میں ہونے کی وجہ سے کوئی اس
کی طرف توجہ نہیں کرتا ، تھوڑی دیر کے بعد نووارد کھڑے
ہوتا ہے اور صوفی کی خوب خبر لیتا ہے ، حاضرین اس کی
طلاقت لسانی پر بہت ہی تعجب کرتے ہیں ، اور پیسوں کی
صورت میں اس کے سامنے نذر پیش کرتے ہیں ، مگر وہ لینے
سے انکار کرتا ہے اور سب کو دھتکار کے نکل جاتا ہے ، راوی اس
کا پیچھا کرتا ہے اور آخر اس کا نام معلوم کرتا ہے

دوسرے کا خلاصہ یہ ہے کہ راوی آرکاٹ کی ایک مجلس نکاح
میں شریک ہوتا ہے جہاں ابوالفرح البدری بھیس بدل کر
قاضی بنتا ہے اور نہایت فصیح و بلیغ خطبہ نکاح پڑھتا ہے ،
حاضرین اس کی زبان کی روانی اور فصاحت و بلاغت پر بہت تعجب
کرتے ہیں اور بہت سے ہدیے اور تحفے پیش کرتے ہیں ، وہ
ان سب کو لیکر باہر نکل جاتا ہے ، راوی اس کا پیچھا کرتا ہے

اور آخر اس کا نام معلوم کرتا ہے ' نمونہ کے لئے تیسرے مقامہ کی چند سطرین یہاں نقل کی جاتی ہیں '

" بید ان شرزمۃ منھا کانت متھالکۃ فی التصوف و تعاطی فی بیانہ التکلف والتعسف ' فجذبنی یوما حسن الاعتقاد الی ناد ای ناد و ابصرت فیہ شیخا ذا وقار مصدقا با لاصغار و الاکبار وھو یدرک اشداقہ بصدع الحقایق و یھز الاشواق بکشف الدقایق ' متبختر فی بیانہ ' متعظم لشانہ کانہ ابوالحسن النوری او ممشاد الدینوری کلامہ عارعن التحقیق و السداد ' جار علی قانون التقلید و الفساد فحصلت من ولوجی فیہ علی ندم ' و اصابنی من ذلک غم علی غم ' اذ فجتھم رجل ذولمۃ شمطا و لحیۃ رقطاء وزی بال و جسد کالخلال اشعث اغبر علیہ اثر السفر و تمکن من حاشیۃ المجلس ولم یلمح الیہ قایم ولا جالس و الشیخ مصر علی بیانہ السابق ' و مصرک فی ایضاحہ الشایق ' و الناس مطرقون بین یدیہ مطبقون فی الثناء علیہ ' فجنح ذلک المعتری الی الشیخ العری ' و شحذ علیہ صمصام الملام وفوق الیہ سھام الایلام "

گلدستہ کرناٹک میں ایک مقامہ حیدرآبادیہ کا بھی ذکر کیا ہے محترمی جناب نجیب اشرف صاحب ندوی کے پاس جو نسخہ ہے اس میں مقامۃ حیدرآبادیہ موجود ہے

۲ ـ النفحۃ العنبریہ فی مدحۃ الخیر البریہ ' یہ ان عربی قصاید کا مجموعہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہے گئے ہیں ' اس کا ایک قلمی نسخہ کتبخانۃ آصفیہ حیدرآباد میں ہے '

۴ - شمایم الشمایل فی نظام الرسایل، یہ ان عربی خطوط کا مجموعہ ہے جو آگاہ نے وقتا فوقتا نواب محمد علی والاجاہ کی طرفسے حجازیوں کے نام لکھے تھے، یہ خطوط سنہ ۱۱۸۵ سے سنہ ۱۲۰۰ تک کے لکھے ہوے ہیں ڈاکٹر عبدالحق صاحب کے پاس جو نسخہ ہے اسکے پہلے ورق پر اس کا نام شمایل الشمایل بنشر لطایم الرسایل لکھا ہوا ہے۔ اس میں تین قسم کے خطوط شامل ہیں ایک وہ جو نواب محمد علی والاجاہ کی طرف سے مدینہ کے امیر اور یمن کے امام کو لکھے گئے تھے۔ دوسرے وہ خطوط جو امیرالامرا کی طرف سے ان لوگوں کو لکھے گئے تھے۔ تیسرے وہ جو باقر آگاہ کی طرف سے حجاز کے مختلف علماء کے نام تحریر کئے گئے تھے۔

قسم اول :- اس میں سے چھ خطوط امیر حجاز شریف سرور کے نام ہیں پانچ خطوط اس کے بھائی شریف غالب کے نام ہیں جو شریف سرور کے مرنے کے بعد حجاز کا امیر ہوا تھا۔ وزیر شریف آغایحیی کے نام دو خط۔ شیخ ابراهیم زمزمی مکی کے نام ایک خط۔ شیخ محمد مرداد مکی کے نام پانچ خط۔ سید عبداللہ مرغنی الطایفی کے نام ایک خط۔ جدہ کے پاشا کے نام چھ خط۔ وزیر آغا ریحان کے نام ایک خط۔ وزیر آغا سعید کے نام اور سعید بن ریحان کے نام دو خط امیر حاج رومی کے نام ایک خط

قسم دوم :- شیخ حرم احمد آغا کے نام دس خط

شیخ عثمان آغا کے نام ایک خط

سید احمد یا حسن جلیل مدنی کے نام ایک خط

مدرس حرم المدینۃ ابوالفتح عثمان الشامی کے

نام دو خط

شیخ محمد سمان مدینۃ مشورہ کے نام ایک خط

قسم سوم :- امام یمن مهدی لدین اللہ کے نام تین خط

امام یمن منصور باللہ ابن المغفور المهدی لدین اللہ

کے نام چار خط

علی ابن امام الیمن کے نام ایک خط

احمد بن منصور باللہ کے نام ایک خط

وزیر یمن کے نام تین خط

سعید بن یحییٰ بندر مخا کے حاکم کے نام سات خط

بغداد کے حاکم سلیمان باشا کے نام ایک خط

شیخ العرب محمود بن عمیرہ کے نام ایک خط

سلطان حبش سلطان عبدالشکور کے نام خط

جزیرہ مالدیو کے حاکم سلطان محمد کے نام خط

۵ - دیوان غزلیات یہ ان کی عربی غزلوں کا مجموعہ ہے۔
اس کا ایک نسخہ ڈاکٹر عبدالحق صاحب کے پاس موجود ہے یہ
حروف ابجد کے لحاظ سے مرتب کیا ہوا ہے مثال کے لئے ہم اس
میں سے ایک غزل نقل کرتے ہیں

غانیۃ قد ذہبت مہجتی تحسبہا الملعب کا للعبۃ

لا ھیۃ ساھیۃ ضیعت جوھرۃ غالیۃ القیمۃ

غافلۃ تذھل عن مشطھا تحبث کا لسنبل یا لطرۃ

لا تتری لمرایا ولا تفرق الاغماض من الغمزۃ

تحسب بالغفلۃ زرقۃ ان رات العبرۃ فی مقلتی

یلعب اطفال دموعی بہا وھی غدت تضحک من دمعتی

ان نظر العکس بمنظارۃ ناظرھا تلعب بالصورۃ

تطرب وجدا وتری مزھرا ان زمر العاشق بالزمرۃ

اصبح آگاہ بھا والھا وھی من الصبوۃ فی غفلۃ

٦ ۔ الدرالنفیس فی شرح قول محمد بن ادریس

۷ ۔ القول المبین فی ذراری المشرکین

۸ ۔ نفایس النکات فی ارسالہ علیہ السلام الی جمیع المکونات

۹ ۔ تنویر البصیرۃ و البصر فی الصلوۃ علی النبی بذکر السیر
یہ کتاب سنہ ۱۲۰۴ ھ کے قریب لکھی تھی اور اس کو مدینہ منورہ روانہ کیا تھا عربی خطوط میں اس کا حوالہ ہے

۱۰ ۔ حواشی ابن کثیر ، یہ تاریخ ابن کثیر کے بعض مقامات کے حواشی ہیں کتاب الرسایل میں اس کا حوالہ ملتا ہے ،

فارسی تصانیف آگاہ فارسی نظم و نثر میں بھی بڑی مہارت رکھتے تھے ، اس زبان پر ان کو بڑا فخر تھا ، چنانچہ خود ہی کہتے ہیں ،

ملک الملوک فضلم بفصاحت معانی
دو جہاں گرفتہ کلکم چو لوائے خسروانی

در سواد ظلمت آباد پٹن آگاہ تافت
صبح نیشاپور از طبع چمن آرائے من

بود شعر دقیقم رشتہ دار زلف طنازے
کشید از موقلم تحریر دیوانے کہ من دارم

سبوی میکدہ دارد صفائے جان آگاہ
مکن قیاس سفالش بجام جم گستاخ

آگاہ کی کل فارسی تصنیفات چند جزوی رسایل کے سوا نثر میں ہیں، وہ فارسی کے بہترین شاعر تھے، اس کے باوجود انہوں نے ابجدی کی طرح نظم میں اپنا کمال دکھانے کی کوئی کوشش نہیں کی ہے، البتہ غزلیات اور چند قصاید لکھے ہیں، جن سے ان کے زور قلم کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، سب سے پہلے ہم ان کی نثری تصانیف کی گنائینگے اور اس کے بعد ان کی شاعری پر بحث کرینگے، ان کی فارسی تصانیف کی مختصر فہرست حسب ذیل ہے،

۱ - تحفۃ الاحسن فی مناقب السید ابی الحسن، اس میں آگاہ نے اپنے مرشد و استاد حضرت سید شاہ ابو الحسن قربی قدس سرہ کے حالات قلمبند کئے ہیں

۲ - سعادت سرمدیہ فی وجوب محبت محمدیہ - کتاب الرسایل وغیرہ میں اس کا ذکر آتا ہے،

۳ - چہار صد ایراد بر کلام آزاد - اس میں آگاہ نے میر غلام علی آزاد بلگرامی کی شاعری پر چارسو اعتراضات کئے ہیں، اس کا ایک قلمی نسخہ کتبخانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے،

۴ ۔ نغمۂ بیدل نواز ۔ اس کا دوسرا نام گل خورشید ہے؛
اس میں اہل بیت اور بعض مشہور صوفیائے کرام کے فقر و فاقہ
کی تکالیف کو مقفی اور مسجع رنگین عبارت میں ادا کیا ہے،
اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ والاجاہ مدراس میں موجود ہے،
اس کے کل صفحات ۱۱۰ ہیں اور ہر صفحہ میں ۱۴ سطریں
ہیں آگاہ نے خود سنہ تاریخ یوں لکھا ہے،

چو خواستم ز قلم سر نوشت تاریخش
زہے لطیفہ غیب آگہی رقم فرمود

از پے تاریخ او بود دلم گرم جوش
گفت بگوشم سروش نغمہ بیدل نواز

بجستم از خرد تاریخ سالش
گل خورشید داں فرمود ہاتف

۵ ۔ کشف الغطا عن اشراط یوم الجزاء ۔ اس میں قیامت کی
علامات کا ذکر ہے اور ایک مقدمہ، دو باب اور ایک خاتمہ پر
مشتمل ہے، مقدمہ میں اس کی تحقیق کی ہے کہ دنیا کی عمر
کیا ہے؟ اور روز جزا کے کتنے نام ہیں، پہلے باب میں ان
چھوٹی چھوٹی علامات کا بیان ہے جو روز بروز ظہور پذیر ہوتے
رہتے ہیں، دوسرے باب میں ان بڑی بڑی علامات کا بیان ہے جو
قیامت سے پہلے وقوع پذیر ہونگی، اس میں سب سے پہلے امام مہدی پر
بحث کی ہے، پھر دجال کی کیفیت لکھی ہے، اس کے بعد نزول
حضرت عیسی، خروج یاجوج ماجوج، طلوع شمس از مغرب،

خروج دابۃ الارض، ظہور دخان، ویرانی مدینہ، ہدم کعبہ، ارتفاع قرآن مجید از مصاحف و صدور، قبض ارواح مومنین، التہاب نار از عدن، کے متعلق تفصیلات دی ہیں۔ اور خاتمہ میں نفخ صور کی کیفیت لکھی ہی، آگاہ نے ہر ایک عنوان کے تحت صحیح احادیث اور اقوال صحابہ و ایمہ سے استشہاد کیا ہے، آگاہ نے یہ کتاب سنہ ۱۲۰۳ ہجری میں لکھی تھی، اس کا ایک قلمی نسخہ مدراس کے سرکاری قلمی کتبخانہ میں ہے۔ اس میں کل ۱۳۲ صفحات ہیں اور ہر صفحہ میں ۱۷ سطریں ہیں،

۶ ـ سحر الحلال فی قصاید الہلال ـ یہ ایک مختصر رسالہ ہے، اس میں مختلف فارسی شعرا کے وہ قصیدے جو ہلال کی تعریف میں ہیں، جمع کردئے ہیں، ان شعرا کے نام یہ ہیں،

ظہیر فاریابی، انوری، خاقانی، قاضی شمس الدین طیبی، امیر خسرو، بدرچاچ، سلمان ساوجی، نظام الدین استراباد ی، نظام الدین ہروی، میرزا محمد قلی سلیم طہرانی، میر غلام علی آزاد، خلاق المعانی کمال الدین اصفہانی، میر محمدی خان، آخر میں محمد حسین جودت کی ایک مختصر مثنوی ہے،

اس کا ایک قلمی نسخہ مدراس کے سرکاری قلمی کتب خانے میں ہے جو کسی نسخہ سے نقل کیا گیا ہے، اس کے کل صفحات ۲۱ ہیں اور ہر صفحہ میں ۲۰ سطریں ہیں،

۷ ـ کتاب الرسایل فی ما یتعلق بالامامۃ من المسایل، یہ آگاہ کی وہ معرکۃ الآرا کتاب ہے جس نے شیعوں کے اندر ایک ہیجان

پیدا کردیا تھا، اور جس کی وجہ سے آگاہ کی زندگی خطرہ میں پڑ گئی تھی اور شیعہ ان کے قتل کے درپے ہوگئے تھے، اس میں سنی اور شیعہ کے آپس کے اختلافی مسایل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، آگاہ نے سنہ ۱۲۰۷ اور سنہ ۱۲۰۸ ھجری میں اس نام سے ایک کتاب لکھی تھی جو ایک مقدمہ اور گیارہ رسالے اور ایک خاتمہ پر مشتمل تھی، لیکن جب بحث کا سلسلہ آگے بڑھتا گیا تو سنہ ۱۲۰۸ سے لیکر سنہ ۱۲۱۷ ھجری تک انہوں نے مختلف رسالے لکھے، جن میں سے بعض نظم میں تھے، آخر سنہ ۱۲۱۹ ھجری میں انہوں نے اس کو از سر نو مرتب کیا اور ایک نئے مقدمہ کا اضافہ کیا، اور ۵۲ رسالوں کے ساتھہ ایک نیا مجموعہ ترتیب دیا، اس کا ایک قلمی نسخہ چار جلدوں میں کتب خانہ اھل اسلام والاجاہ روڈ مدراس میں ہے، اس کے کل صفحات کی تعداد تقریبا ۱۲۵۰ ہے اور ہر صفحہ میں انیس سطریں ہیں، ان رسایل کی تفصیل حسب ذیل ہے،

(۱) المقدمۃ الثانیۃ لجمیع الرسایل الرایعۃ - آگاہ نے سنہ ۱۲۱۹ ھجری میں رسائل کی نئی ترتیب دینے کے بعد ایک مقدمہ لکھا تھا، جس میں تمام رسایل کے نام گنائے ہیں اور نیز صحابہ کرام کے ساتھہ شیعوں کے بغض کے وجوہ کو بیان کیا ہے،

(۲) المقدمۃ القدیمۃ — آگاہ کا یہ مقدمہ وہ ہے جو سنہ ۱۲۰۸ ھجری میں ابتدائی گیارہ رسالوں کی تمہید کے طور پر لکھا تھا،

(۳) بذل الدرایۃ فی ذکر ضوابط الروایۃ ، اس میں حدیث اور اسناد کی تعریف کی ہے ، اور اقسام اخبار اور اسباب جرح وطعن رواۃ کو بیان کیا ہے ، پھر اس پر بحث کی ہے کہ اخبار و احادیث کے مصنوعی ہونے کی کیا علامتیں ہیں ، اور شیعوں کی روایات پر عقل و درایت کی روسے جرح کی ہے

(۴) تائید الحق فی تحدید الفرق - اس میں مختلف فرقہ ہاے اسلام کی تفصیل پیش کی ہے

(۵) اعلام الاعلام بوجوب نصب الامام - اس میں اس پر بحث کی ہے کہ امام اور امامت کے کیا معنے ہیں ؟ امام کے تقرر کی ضرورت ہے یا نہیں ؟ امامت کس طرح منعقد ہوتی ہے ؟ امامت کے شروط کیا ہیں ، نیز امامت کے مسئلہ میں مختلف فرقوں کے باطل عقاید اور خیالات کی تردید کی ہے

(٦) نحر الزندیق باثبات خلافۃ الصدیق - اس میں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ابوبکر رضی‌اللہ عنہ کی خلافت کو ثابت کیا ہے ، اور ان کے خلیفہ ہونے پر عقلی دلایل پیش کئے ہیں ، اور بتایا ہے کہ ان کی خلافت پر امت کا اجماع ہے ، پھر اس سلسلہ میں شیعہ امامیہ کے تمام اعتراضات کی ایک ایک کرکے تردید کی ہے ،

(۷) التحقیق الانیق فی بیان افضلیۃ الصدیق ، اس مین قرآن مجید ، احادیث صحیحہ اور اقوال اصحاب وایمہ سے حضرت صدیق کی افضلیت کو ثابت کیا ہے ؛

(۸) لب اللباب فی فضایل الاصحاب - اس میں صحابۂ کرام
کے عام فضایل بیان کیے ہیں ، اور شیعون کے اعتراضات
کی تردید کی ہے

(۹) دفع الوسواس الخناس العارض فی حدیث المیراث والفدک
والقرطاس، اس میں میراث فدک اور مسئلہ قرطاس پر
سیر حاصل بحث کی ہے اور شیعون کے اعتراضات کا
جواب دیا ہے ،

(۱۰) مقامع الحدید فی قمع مطاعن المنہاج والتجرید منہاج الکرامۃ ابن
مطہرحلی کی مشہور تصنیف اور تجرید ابوجعفر طوسی کی
کتاب ہے ، ان دونون میں خلفاء ثلاثہ اور عام صحابۂ کرام
کے متعلق بہت سی غلط باتیں منسوب کی گئی ہیں ،
آگاہ نے اس رسالہ میں انہی کی تردید کی ہے ،

(۱۱) البرق الوامض لکشف ہفوات الروافض ، اس میں روافض
کی بے سروپا باتون کی تردید کی ہے ،

(۱۲) کشف الاستارعن مشابہۃ الروافض بالکفار - اس میں
یہودونصاری اور مجوس اور شیعون کے درمیان بہت
سی مماثلتیں دکھائی ہیں اور ان کے وجوہ کو ایک ایک
کرکے بیان کیا ہے ،

(۱۳) الحجج الناہضہ فی حکم الرافضہ - اس میں رافضیون کی
تکفیر یا تفسیق کے متعلق اہل سنت والجماعت کے
عقاید و خیالات کی تشریح کی ہے ،

(۱۴) خاتمہ ۔ اس میں ایسے مختلف تاریخی واقعات پیش کئے گئے
ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ، خلفاء ثلاثہ اور صحابہ
کرام کو گالیاں دینے والے سور یا بندر کی صورت میں
مسخ ہوگئے تھے ' ان کے بیان کرنے کے بعد شیعوں کو
نصیحت کی ہے کہ وہ اس قسم کے افعال بد سے باز آئیں ،
آخر میں تاریخ تصنیف کے دو قطعات درج ہیں ،

نمبر ۲ سے لیکر ۱۴ تک کے تمام رسایل سنہ ۱۲۰۷ اور
سنہ ۱۲۰۸ ہجری میں لکھے گئے تھے ' لیکن جب بحث کا سلسلہ
آگے بڑھتا گیا تو مختلف اوقات میں مختلف رسایل لکھے گئے
جن کی تفصیل آگے آتی ہے ،

(۱۵) کمال العدل و الانصاف الدال علی العدول عن الاعتساف ۔
یہ ایک سو چھہ صفحوں کا ضخیم رسالہ ہے ، اور کئی
جگہ حاشیے بھی ہیں ' باب کی جگہ انصاف کا لفظ
استعمال کیا ہے ' اس کا سنہ تصنیف سنہ ۱۲۱۴ ہجری
ہے ' اس میں شیعوں کے باطل عقاید و خیالات کی
توضیح . اور تردید کی ہے ،

(۱٦) رد الکذب علی الکاذب المنکر بشرف الملقب بالصاحب ۔ اس
میں اس پر بحث کی ہے کہ اذ یقول لصاحبہ کی آیت میں
صاحب سے کون مراد ہیں ، اور منکرین صحبت حضرت
صدیق کے خیالات کی تردید کی ہے ،

(١٧) الاعلان بالاذان عند تغول الغيلان - رسالہ دفع الوسواس کی تحریر کے بعد شیعوں نے آگاہ پر بہت سے بہتان باندھے تھے، اس میں انھیں کی تردید کی ہے،

(١٨) الاستعاذۃ باللہ الواحد القہار عند سماع نہیق الحمار، کسی شیعہ نے الاعلان کا جواب رسالہ لکھا تھا، یہ اس کا جواب الجواب ہے،

(١٩) تبئین الانصاف و توھین الاعتساف فی اخبار الشیعۃ من الاختلاف - بعض شیعوں نے طعن دیا تھا کہ اھل سنت و الجماعت کے اصولی اور فروعی مسائل میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے، آگاہ نے اس رسالہ میں شیعوں کے اختلافات کو بیان کیا ہے،

اوپر کے چاروں رسالے سنہ ١٢٠٩ ھجری میں تصنیف ہوے تھے؛

(٢٠) النقول البدیعہ فی اقسام الشیعہ - اس میں شیعوں کے مختلف فرقوں کی تفصیل پیش کی ہے،

(٢١) رفع التشاجر عن حکم التواتر - تواتر اور متواتر کے اصطلاحات کی تشریح کی ہے،

(٢٢) الحجۃ المفیدہ فی الزام الشیعہ - اس میں شیعوں کو طعن دیا ہے کہ وہ اپنے اصول کی روسے امامت کو ثابت کرنا تو کجا نبوت ہی کو ثابت نہیں کرسکتے،

(۲۳) دفع الایرادات البشیعه المتعلقه بالحجة المنیعه ـ بعض شیعوں نے رسالہ الحجۃ المنیعہ پر چند ایرادات کئے تھے، آگاہ نے ان کو دفع کیا ہے،

(۲۴) شرح رباعیات بدیعه در مناقب شیعه ـ آگاہ نے شیعوں کے مناقب میں چند رباعیاں لکھی تھیں، اس رسالہ میں ان کی نثر میں تشریح کی ہے،

(۲۵) تحریریکه به حدیث انتم اعلم بامور دنیاکم تعلق دارد، اس میں اس حدیث کی تشریح کی ہے اور اس کی صحت کو ثابت کیا ہے،

(۲۶) بعض روایات که یکے از شیعه بزعم موافقش از کتب ما بر آورده ـ کسی شیعہ نے سنی کتابوں سے چند ایسی روایتیں جمع کی تھیں، جن سے اثنا عشری عقاید کی تائید ہوتی ہے،

(۲۷) تحریریکه به بعض روایات بر آورده شیعه تعلق دارد ـ اس میں مذکورہ بالا روایات پر نقد و جرح کی ہے،

(۲۸) تحریر اتفاقی که به بیت خوشهاده شد لقب، تعلق دارد، ایک دن ایک آدمی کاغذ کا پرزہ لے آیا جس میں یہ شعر تھا،

خوشهاده شد لقب از بهر صدق قول او

از حنیفه کمتری اے نفس خیر المرسلین

اور آگاہ کے نوکر کے حوالہ کرکے کہا کہ غلام اعزالدین خان بہادر مستقیم جنگ نامی نے دیا ہے ، آگاہ نے خط دیکھتے ہی پہچان لیا کہ وہ نامی کا نہیں لکھا ہوا ہے ، کسی اور نے شرارت کی ہے ، اپنے نوکر سے کہا کہ کاغذ لانے والے کو بلالے آؤ ، مگر وہ اس وقت تک جاچکا تھا ، آگاہ نے نامی سے حقیقت دریافت کروائی تو معلوم ہوا کہ انھوں نے کوئی کاغذ نہیں بھیجا غالبا بھیجنے والے کا یہ خیال تھا کہ آگاہ اس کی شرح سے قاصر ہونگے ، اس رسالہ میں آگاہ نے اس شعر کی بہترین اور پراز معلومات تشریح کی ہے ،

(۲۹) روایات متضمنہ فضایل تقیہ و وجوب عمل بر آں از کتب معتبرۃ امامیہ اثنا عشریہ ۔ اس میں شیعوں کی معتبر کتابوں سے تقیہ کے فضایل بیان کیے ہیں اور ان پر عمل کرنا واجب ثابت کیا ہے ،

(۳۰) دلایل اثنا عشریہ در رد بعض ہفوات امامیہ ۔ اس میں بعض شیعوں کے اس بہتان کی تشریح کی ہے کہ خلفاء ثلاثہ نعوذ باللہ منافق تھے اور جنگ تبوک سے واپسی کے وقت آنحضرت صلعم کے قتل کی سازش کی تھی ،

(۳۱) تحریریکہ بدو بیت عقاید نامہ حضرت مولانا جامی قدس سرہ تعلق دارد ، حضرت جامی نے حضرت علی اور حضرت معاویہ کے متعلق یہ لکھا تھا ،

آں خلافے کہ داشت با حیدر در خلافت صحابی دیگر
حق دراںجا بدست حیدر بود جنگ با او خطاے منکر بود

بحرالعلوم اس عقیدہ کو نہیں مانتے تھے ' انہوں نے جب لفظ منکر کی تاویل کرنی شروع کی تو آگاہ نے اس رسالہ میں ان کا مذاق اڑایا ہے ' اور اس عقیدے کی صحت کو ثابت کیا ہے '

اوپر کے آٹھ رسایل سنہ ۱۲۱۵ ھجری میں لکھے گئے تھے '

(۳۴) الاعتصام بکلام الامام فی منع لعن اھل الشام
(۳۵) کمال داناٸی و حق نماٸی در بیان باد پیماٸی بہاٸی
(۳۶) کمال رساٸی در بیان اغلاط بہاٸی '

ان تین رسالوں کی تصنیف کی وجہ یہ ہوی کہ اس زمانہ میں شیخ بہاء الدین نامی ایک شخص بیرون ہند سے مدراس آئے تھے ' اور شیعوں کو خوش کرنے کیلئے عربی میں حضرت امام حسین کا مرثیہ لکھا تھا ' ایک دن شیخ احمد بن شیخ محمد فقیہ یمنی نے آگاہ کے سامنے ان کا تذکرہ کیا اور پوچھا کہ آیا بہاءالدین کی نظم و نثر کبھی ان کی نظر سے بھی گذری ہے یا نہیں ' آگاہ نے نفی میں جواب دیا ' شیخ احمد نے کہا اگر اجازت ہو تو ان کا کچھ کلام حاضر کروں ' آگاہ نے کہا بہت بہتر مگر وہ کلام لے آئیے جس کو خود بہاءالدین سب سے زیادہ اچھا سمجھتے ہوں ' چنانچہ شیخ احمد دو تین دن کے بعد ان کا مرثیہ اور دوسرا کلام لے آئے ' بہاءالدین نے مرثیہ میں حضرت معاویہ ' حضرت عمرو بن العاص اور ان کے ساتھیوں پر لعنت بھیجی

تھی ، چونکہ شیخ بہاءالدین نے لوگوں کے سامنے تذکرہ کیا تھا
کہ وہ فارسی نہیں جانتے اس لیے آگاہ نے عربی میں رسالۃ الاعتصام
لکھا ، اس میں اس بات کو خود شیعوں کی کتابوں سے ثابت
کیا کہ حضرت علی نے اہل شام پر لعنت بھیجنے سے منع کیا
ہے ، آگاہ نے اپنا یہ رسالہ اپنے عزیز شاگرد نامی کی معرفت
شیخ بہاءالدین کے پاس بھیجا ، انہوں نے ڈیڑھ ماہ کے بعد رسالہ
عروسی کے نام سے اس کا جواب لکھا ، اور آگاہ کے پاس روانہ
کیا ، اس میں آگاہ کی اصل باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا ،
اور خلط مبحث سے کام لیا تھا ، آگاہ نے حکم دیا کہ الاعتصام اور
رسالۂ عروسی کو مسجد والاجاہی اور مدرسہ کلاں کے اساتذہ اور
طلبہ کے سامنے رکھدیا جائے ، تاکہ ہر ایک کو معلوم ہوجائے
کہ یہ اصل باتوں کا جواب ہے یا محض لغویات ، آگاہ کے ایک
شاگرد سید محمد کریم نقوی نے دوسرے دو رسالے لکھے ، پہلے میں
شیخ بہاءالدین کی پوری قلعی کھولی ہے کہ کسطرح انہوں نے حصول
زر کی خاطر ابن‌الوقت بننے کی کوشش کی ہے ، پھر ان کی باتوں
کا ایک ایک کرکے جواب دیا ہے ، دوسرے رسالہ میں شیخ بہاءالدین
کے مرثیہ میں زبان وادب کی غلطیاں دکھائی ہیں ،

(۳۷) توضیح البیان بتفضیح البہتان ۔ آگاہ نے اپنے کسی رسالہ
میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کی افضلیت کے
متعلق حضرت علی کا یہ مقولہ نقل کیا تھا " لعمری ان مکانہما
في الاسلام لعظیم الخ " محمد تقي نامی ایک شیعہ نے جواب

دیا کہ آگاہ کا یہ کہنا سراسر بہتان ہے ' آگاہ نے اس
رسالہ میں شیعوں کی مستند کتابوں کے حوالے سے
ثابت کیا ہے کہ یہ حضرت علی کا مقولہ ہے '

(۸۳) رد البہتان الموہوم المتعلق بسیدتینا رقیۃ و ام
کلثوم ' رقیہ اور ام کلثوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی صاحبزادیاں تھیں ' جو یکے بعد دیگرے حضرت
عثمان کے ساتھ بیاہی گئی تھیں ' ایک شیعہ نے ایک
سنی کے سامنے بحث کی کہ یہ دونوں آنحضرت صلعم
کی صاحبزادیاں نہیں تھیں ' اس سنی نے جواب دیا
کہ اس شیعہ کے والد نے اپنی نظم میں ان دونوں کو
آنحضرت کی صاحبزادیاں بتایا ہے ' شیعہ نے جواب
دیا کہ یہ سنیوں کی روایات کے مطابق ہے ' ہماری
کتابوں میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ' جب یہ معاملہ
آگاہ کے سامنے پیش کیا گیا ' تو انہوں نے شیعوں
کی مستند کتابوں سے اس کا ثبوت پیش کیا '

(۳۹) تنبیہ السالک بتکذیب من نسب المتعۃ الی الامام مالک '
کسی شیعہ نے متعہ کے جواز میں امام مالک کا حوالہ
دیا تھا ' آگاہ نے اس رسالہ میں اس کی تردید کی ہے '

(۴۰) رد الفضول المتعلق بقول صاحب جامع الاصول - اس میں
شیخ عزالدین بن الاثیر جزری کے اس قول کی تشریح
اور اس پر تنقید کی ہے کہ حضرت امام ابوالحسن رضا
قرن ثالث کے مجدد تھے '

(۴۱) معذرت نامۂ آگاہی

(۴۲) کمال الانصاف

(۴۳) عین الانصاف

ان تینوں رسالوں میں بحرالعلوم کے عقیدۂ اجتہاد حضرت معاویہ پر تنقید کی ہے ' اور ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا ہے ' عین الانصاف میں ان تمام استدراکات پر جرح کی ہے جو بحرالعلوم نے آگاہ کے رسالہ التحقیق الانیق اور لب اللباب پر کیے تھے '

(۴۴) اسعاف المرام فی تحقیق الایمان و الاسلام ۔ اس میں ایمان اور اسلام کی شرعی اصطلاحات کی تشریح کی ہے اور دونوں کے فرق کو واضح کیا ہے '

(۴۵) ابراز راز نہفتہ فی شرح رباعیات ستہ ۔ آگاہ نے سنہ ۱۲۱۷ ہجری میں شیعوں کے متعلق مختلف رباعیاں لکھی تھیں ' اور ان کی تاریخ تصنیف کے طور پر چھ رباعیاں لکھی تھیں ' ان میں ذومصہ ' داعی ' عوعو ' مکلب ' زرق ' تانیس ' تشکیک ' ربط ' تدلیس ' خلع وغیرہ جیسی بہت سی نامانوس اصطلاحیں آگئی ہیں ' آگاہ نے اس رسالہ میں انہی کی تشریح کی ہے

(۴۶) رباعیات بدیعہ در بیان معتقدات شیعہ ۔ اس میں آگاہ نے الہیات ' نبوت ' امامت ' خلافت ' معاد وغیرہ کے متعلق شیعوں کے عقاید و خیالات رباعیات میں لکھے ہیں '

(۴۷) رد النسناس المعترض علی حدیث القرطاس ' یہ ایک مختصر فارسی مثنوی ہے جس میں واقعہ قرطاس کے متعلق شیعوں کے رکیک شبہات کی تردید کی ہے '

(۴۸) نظم الفراید فی شرح بعض ابیات العقاید ' یہ بھی ایک مثنوی ہے جس میں بحرالعلوم کی اس تاویل کی تردید کی ہے جو وہ جامی کے عقاید نامہ کے اشعار میں کرتے تھے

(۴۹) دفع الشک فی الفدک ۔ یہ بھی ایک فارسی مثنوی ہے جس میں واقعہ میراث فدک کے متعلق شیعوں کے شبہات کی تردید کی ہے '

(۵۰) نور العیون فی تفسیر والسابقون الاولون ' یہ اس آیت کریمہ و السابقون الاولون من المهاجرین و الانصار الخ کی تفسیر ہے ؛ اس آیت کی روسے حضرت ابوبکر کی فضیلت کو ثابت کیا ہے '

(۵۱) اضاءۃ الشمس لازاحۃ ظلام المتعۃ ۔ کسی شیعہ نے امام مسلم کی ایک حدیث سے جواز متعہ پر استشہاد کیا تھا ' آگاہ نے اس میں اس کی تردید کی ہے '

(۵۲) سبعہ سیارہ در رد ملحدان بدکارہ ۔ ویلور کے کسی شیعہ نے چند صحیح سنی احادیث کا مذاق اڑایا تھا ' اس کی وجہ سے خود رسول کی ذات پر دھبہ آرہا تھا ' جب آگاہ کو یہ معلوم ہوا تو وہ بہت رنجیدہ ہوے انہوں نے اپنے شاگرد سید محمد کریم حسینی نقوی کو اس کا جواب لکھنے کیلئے کہا ' اس میں اس شاگرد نے اس شیعہ کی مضحک باتوں کا جواب دیا ہے

(۵۳) رد الحاد و فساد در مسئلہ رویت و افعال عباد ۔ محمد تقی شیعہ نے رویت باری اور افعال عباد کے متعلق سنی عقاید پر تنقید کی تھی، آگاہ کے شاگرد نے اس رسالہ میں اسی کا جواب دیا ہے،

(۵۴) نفثۃ المصدور الی العلیم بذات الصدور ۔ اس میں آگاہ نے شیعوں کے ساتھ اپنے اختلافات کے وجوہ بتائے ہیں، اور مشکلات کے وقت توجہ الی اللہ کی فضیلت کو ظاہر کرتے ہوے شیعوں کی طرف سے اپنی مشکلات کو بیان کیا ہے، اور لکھا ہے کہ کس طرح حضرت فاطمہ زہرا کے توسل کی وجہ سے شیعوں سے ان کو نجات ملی، اور آخر میں اس پر بحث کی ہے کہ کرناٹک میں شیعیت کو کیونکر فروغ ہوا، اور پھر سنیوں کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا ہے جو ان کو آگاہ کے ساتھ پیدا ہوگئی تھیں،

(۵۵) البرھان الناقض لاساس بہتان الروافض ۔ اس میں شیعوں کی کتابوں سے ان کے اس بہتان کی تردید کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خطاب کے فرزند نہیں تھے،

(۵۶) تحفہ در عزیز با تمیز در قصہ غلام و کنیز ۔ اس زمانہ میں شیعوں کے ہاں یہ روایت چلی آتی تھی کہ ایک قابل لونڈی ہارون الرشید کے دربار میں لائی گئی،

اثناء گفتگو میں فرقہ ہاے اسلام کا ذکر چھڑا تو اس نے مدلل طور پر مذہب تشیع کی افضلیت کو ثابت کیا ، آگاہ نے اس رسالہ میں اس روایت کی صحت اور عدم صحت پر بحث کی ہے ،

۸ ۔ احسن التبئین فی آداب المتعلمین ۔ یہ اسی صفحوں کا ایک چھوٹا سا رسالہ ہے اور ہر ایک صفحہ میں گیارہ سطریں ہیں بعض مخلص احباب کے اصرار پر آگاہ نے یہ رسالہ لکھا تھا ، چنانچہ اس کے دیباچے میں کہتے ہیں

بعد ازیں از آگاہ ہیچمداں معلوم ناظراں باد کہ دریں ولا یکے از خلصاء احبا ازیں حقیر نارسا بہ مبالغہ بالغۃ مرۃ بعد اولی خواست کہ آداب تعلیم و تدریس در سلک ارتقام انتظام گیرد و خود از دیر باز بخاطر فاتر ایں با افسردگی دمسار میگذرد کہ در فضل و شرف علم و عالم و تعلیم و تنوع اقسام آں اصل کل مکارم و تفصیل علوم نافعہ و ضارہ و دیگر مباحث لطیفہ سارہ کہ باں متعلق بود بآیات کریمہ و اخبار و آثار فخیمہ و اقاویل علماء نامدار و عرفاء عالی مقدار ترقیم نماید و شرایط آداب تعلیم و تعلم را باں منضم سازد بالفعل بطریق عجالۃ الوقت بحسب اقتراح آں ارجمند ورقی چند در آداب تعلیم دل پسند اندکی از بسیار بعبارت صاف و پر اختصار مرقوم و بہ احسن التبئین فی آداب المتعلمین موسوم گردد ''

اس میں کل چار فصلیں ھیں اور ھر فصل کے ماتحت کئی آداب ھیں - پہلی فصل کیفیت تربیت فرزند و تحصیل علم ارجمند و جمع کتب حسان و استجارہ و استعارہ و استنساخ وغیرہ کے متعلق ھے۔ اس میں گیارہ آداب ھیں دوسری فصل ان آداب کے بیان میں ھے جو نفس متعلم سے متعلق ھے اس میں سولہ آداب ھیں، تیسری فصل ان آداب کے متعلق ھے جو استاد کے ساتھ تعلق رکھتے ھیں - اس میں بھی سولہ آداب ھیں، چوتھی فصل ان آداب کے بیان میں ھے جو متعلم کے ھمدرسوں اور ھم سبقوں سے تعلق رکھتے ھیں اس میں اکیس آداب ھیں اس میں نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم سے بحث کی ھے، ڈاکٹر عبدالحق صاحب ایم - اے ڈی فل - ممبر پبلک سرویس کمیشن مدراس کے پاس کرنول میں اس کا ایک قلمی نسخہ ھے،

۹ - ایقاظ الغافلین - اس رسالہ کا حوالہ الاعلان بالاذان عند تغول الغیلان میں آتا ھے، آگاہ لکھتے ھیں،

" تفصیلش دریں جا نخواھد گنجید، در رسالہ ایقاظ الغافلین کہ از راقم حروف است باید دید "

۱۰ - جلاء البصایر فی نقض دلایل المناظر

۱۱ - سجل الجواھر فی شرح جلاء البصایر

آگاہ نے ان دونوں رسالوں کا حوالہ اپنے رسالہ الاستعاذہ باللہ الواحد القہار میں دیا ھے،

۱۲ - فتوی دربارۂ تقلید

۱۳ – ایقاظ النیام لایتمام بتقلید کل امام

ان دونوں کا موضوع ان کے نام سے ظاہر ہے، ان کے قلمی نسخے کتبخانۂ آصفیہ حیدرآباد میں ہیں -

۱۴ – ارشاد الجاہلین

۱۵ – اتحاف السالک فی شرح کلما خطر ببالک

۱۶ – بیان دلشہاد در شرح رباعی مستزاد

۱۷ – شرح دیباچۂ مثنوی معنوی

۱۸ – افغان نے در شرح غزل اول حضرت خواجۂ حافظ

۱۹ – دو رسالۂ دیگر کہ بہ بیتین اولین مثنوی تعلق دارد

ان مذکورۂ بالا چھ رسالوں کے نام گلدستۂ کرناٹک میں دئے گئے ہیں، مثنوی کے ابتدائی دو شعر کی دلچسپ تشریح آگاہ کے معاصر عبد القادر فخری نے بھی کی ہے، جو فیض معنوی کے نام سے مدراس میں چھپی ہے، ممکن ہے کہ آگاہ نے بھی اس پر قلم اٹھایا ہو اور کچھ لکھا ہو،

۲۰ – دیوان فارسی – اس کے مختلف اشعار تذکروں میں منقول ہیں، گلدستۂ کرناٹک میں ایک مختصر فارسی مثنوی بھی نقل کی گئی ہے جس کا نام مرات حسن ہے، اس میں معشوق کا سراپا بیان کیا ہے، اس کے اشعار کی کل تعداد ۱۲۷ ہے، اس کی ابتدا اور انتہا کے کچھ اشعار ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں،

قلم سازم زشغل شعلۂ طور مرکب از سواد طرۂ حور

دوات از دیدۂ و شنگرف از دل ورق از پردہ ہاے چشم بسمل

نویسم نامہ نو از سراپا　　زہر در مصرعش حشرے ہویدا

رخش آئینہ حسن گلو سوز -　　زرشکش خاطر خورشید صد سوز

ز انوار تجلیہا چراغے -　　ز تابش سینہ مہتاب داغے

ز گلزار ارم صبح بہارے　　ازو در جان جنت خار خارے

بحسنش ماہ چشمے آب دادہ　　خور ازوے نعل در آتش نہادہ

چہ می پرسی ز اشراقش بیانے　　کہ مہر ازوے بود آتش بجانے ؛

بدست آر از دل آگہ چراغے　　اگر خواہی ازیں شاہد سراغے

بر آری از طلسم وہم اگر دود　　ازیں گنج خفی یابی نشاں زود

زپندار خودی یکسر تہی شو　　سراپا آگہی شو ، آگہی شو

بچشم کم مبیں ہرگز مجازم　　حقیقت بیں شوی فہمی چو رازم

اگر دریافتی بر دانشت بوس　　وگر غافل شوی افسوس افسوس

ندارد حسن بالب گرم جوشی　　خموشی بہ خموشی بہ خموشی

بخوبی یافت چوں ایں نامہ اتمام　　شدہ مرات حسنش باصفا نام

فارسی شاعری آگاہ فارسی شاعری کے مسلم الثبوت استاد تھے ، کرناٹک کے اکثر و بیشتر مشہور شعرا ان کے شاگرد تھے ، بعض عبدالقادر مہربان فخری سے اپنے اشعار کی اصلاح لیا کرتے تھے ، آگاہ کے مشہور شاگردوں میں سے بعض نے استادی کا درجہ حاصل کیا تھا ، اور بعد میں آنے والوں نے ان سے اپنے اشعار کی اصلاح لی تھی ،

آگاہ کا ابتدائی کلام مختلف انواع سخن پر مشتمل تھا ، مگر اپنے مرشد و استاد سید ابوالحسن قربی قدس سرہ کی وفات

سنہ ۱۱۸۲ ہجری کے بعد خود آگاہ نے اپنے پورے مجموعۂ کلام کو غرق آب کردیا تھا ' اور ایک غیر معین مدت تک کیلئے شاعری سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی ' لیکن جب وہ امیرالامرا کے ساتھ دتھڑ نگر سے مدراس تشریف لائے تو ان کو مجبورا شاعری کی طرف توجہ کرنی پڑی ' ہر جگہ شعر و شاعری کی محفلیں گرم تھیں ' جس میں کرناٹک اور ایران کے شعرا شریک ہوتے تھے ' اہل سخن کی مجلس میں ایک عارف سخن کا زبان بند کرکے بیٹھنا بہت مشکل تھا

نکو رو تاب مستوری ندارد   چو در بندی سر از روزن برآرد

چونکہ ان کو فن شعر و عروض کا گہرا علم حاصل تھا ' اسلئے بہت جلد ان کی استادی کا سکہ تمام اہل سخن پر بیٹھ گیا ' اہل زبان یعنی ایرانی‌شعرا بھی ان کی زباں دانی کے قایل تھے اور ان سے وقتا فوقتا ملاقات کرکے لطف اندوز ہوتے تھے '

آگاہ کے زمانے میں طرحی مشاعروں کا دستور جاری تھا ' ان کے ہمعصر شعرا کے دواوین میں ہمطرحی غزلیں ملتی ہیں جن کے ذریعہ ہر ایک کی استعداد اور اس کے زور کلام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے '

آگاہ کا کلام غزلیات ' رباعیات ' قصاید اور قطعات وغیرہ پر مشتمل ہے ' کوئی بڑی فارسی مثنوی نہیں پائی جاتی ' انہوں نے ساری مثنویاں اردو میں لکھی ہیں ' جس کے متعلق آئندہ بحث کی جائیگی ' آگاہ کے چند تاریخی قطعات مختلف مقامات پر نقل کردئے گئے ہیں ' غزلوں میں متاخرین کا رنگ نمایاں ہے ' مجازی حسن و عشق کے مختلف اوصاف کا بیان کرنا ان کا سرمایۂ شاعری ہے ' کبھی کبھی عرفانیات کے میدان میں

بھی طبع آزمائی کرتے ہیں، زاہد اور محتسب کا مذاق اڑانا تو ہر ایک شاعر کا محبوب مشغلہ ہے، پھر آگاہ کیوں اس سے مستثنی ہوں، مگر ان کا اسلوب بیان بالکل جداگانہ ہے، نازک خیالی، مضمون آفرینی، عمدہ تشبیہات اور استعارات کو بہت اچھی طرح نباہتے ہیں، آگاہ کی چند غزلوں کو بطور نمونہ یہاں پیش کیا جاتا ہے،

غم فراق تو از بسکہ کاست جان مرا
عصا ز آہ بود جسم ناتوان مرا

خیال روے کہ در سینہ آتش افروز است
کہ چوں فتیلہ بر افروخت استخوان مرا

تپ دلم نتواند نوشت خامہ مگر
زبان شعلہ کند شرح داستان مرا

خیال آن کف رنگیں چو پنجہ مرجاں
کند بہ ہجر تو مژگاں خوں چکان مرا

براہ عشق تو بگذشتہ ام چناں از خود
کہ ننگ و نام نیابد دگر نشان مرا

چو دود آہ فتادم بہ پیچ و تاب ہنوز
بحال من نظرے نیست دلستان مرا

بسوز سینہ عبث نالہ می کنم آگاہ
چو نیست ہیچ اثر در دلش فغان مرا

بدل از شعلہ عشق تو داغے کردہ ام پیدا
دریں ویرانہ دیریں چراغے کردہ ام پیدا

شگافے در دل از تیر نگاہے کردہ ام پیدا
بسوے آں وفا بیگانہ راہے کردہ ام پیدا

بصحرا و چمن تکلیف گلگشتم مکن آگاه
من از خودا به دل خانه باغے کرده ام پیدا

پیچیده بوے زلف که یارب بجان ما
کز دل چو گرد باد برآید فغان ما

گفتی چو نذر حسن تو کردم دل حزین
این غنچه فسرده نیاید بکار ما

باز از خیال خال تو شد تازه داغ ما
هر لحظه بشگفد گل دیگر بباغ ما

در خاک هم ز زلف تو داریم پیچ تاب
سنبل چگونه سر نکشد از مزار ما

بدل از شعله عشق تو شمع روشن است امشب
هواے سینه ام تابان چو دشت ایمن است امشب

نگنجد در قبا چون غنچه دل از جوش بالیدن
که در آغوش من آں ماه گل پیراهن است امشب

سر خود گیراے زاهد اگر خواهی سر خود را
که اندر بزم رندان شور بشکن بشکن است امشب

کدامی شمع رو باشد نهان در پردهٔ چشمم
که فانوس خیالش گوهر اشک من است امشب

برغم زاهدان خشک مغز از فیض میخواران
ز لای باده آگاه حزین تر دامن است امشب

ز بسکه آتش هجر تو چون شرارم سوخت
بیا بگرد تو گردم که انتظارم سوخت

ز شعله ریزی سوز دلم چه می پرسی
که از حرارت غم چشم اشکبارم سوخت

شب فراق تو مانند کاغذ گلریز
تراوش مژه اے جان تن نزارم سوخت

برنگ غنچه شاخ بریده دل تنگم
که داغ آن گل رعنا به نو بهارم سوخت

طپد بآتش حسرت دلم سپند آسا
ندانم از تپ عشقت چه اضطرارم سوخت

ز داغها پر طاؤس شد سراپایم
فلک بشعلهٔ هجران هزار بارم سوخت

چگونه دم زند آگاه چون کلیم آسا
فراق هم نفساں جان بے قرارم سوخت

مزن به پیش حریفان عشق دم گستاخ
منه به بزم ز خود رفتگاں قدم گستاخ

بچشم کم نگری بر خواطر اے سالک
چرا است جان تو با طایف حرم گستاخ

به کار گاه تجلی نیافت راه قصور
مشو بچشم خطا بیں به بیش و کم گستاخ

به پیش آنکه بود در لباس فقر غنی
مشو بکثرت گنج زر و درم گستاخ

سبوے میکده دارد صفاے جان آگاه
مکن قیاس سفالش بجام جم گستاخ

دل آئینه جلوهٔ یار است به بینید
در غنچه افسرده بهار است به بینید

گل کرد گل سرسبد گلشن وحدت
یعنے سر منصور بدار است به بینید

از مشت گلے شعله طور است نمایاں
نور عجبی در چه غبار است به بینید

آں حسن دل آراچہ بود کز خط و خالش
آفاق پر از نقش و نگار است بہ بینید

از حسرت وصلش ہمہ در ذات چو افلاک
خمیازہ کش شوق کنار است بہ بینید

از خویش گذشتیم و فتادیم بحیرت
مارا بچہ مشکل سروکار است بہ بینید

خوں می چکداز نالہ آگاہ درونش
از ناوک جور کہ فگار است بہ بینید

رفت عمرم ہمہ برباد بغمخواری دل
بوے عیسی نشنیدم بہوا داری دل

چہ عجب نرگس مخمور تو گر گلگوں است
مژہ ات چوں رگ گل گشت ز خونخواری دل

جنبشے اے اثر نالہ کہ در راہ غمش
پاے در گل چو سرشکم ز گرانباری دل

دم خجلت شدہ از دیدہ تراود پس ازیں
بسکہ تر آمدہ از بے اثری زاری دل

و ای بر وحشت و تنہائی و بیچارگیش
کز فغاں نیز نیابد بعناں داری دل

شد بعشق تو چو طاوس سراپایم داغ
آہ از چشم شرربار و سیہ کاری دل

سخت واماندہ ام آگاہ بحیرت چو کلیم
گریہ بر خویش کنم یا بگرفتاری دل

کدا می شمع رو گل پیرہن شد گرم آغوشم
کہ از گلریزی حسنش چو چشم خویش گلجوشم

چساں منعم کند از می فقیہ شہر حیرانم
کہ از لعل کسے بے ساغر و خمخانہ می نوشم

نوائے خارج آہنگت دہد درد سرم تاکے
من از نصح تو اے ناصح چو مینا پنبہ در گوشم

بود از فیض صنعت طبع من رشک چمن لیکن
ز فکر آں دہن چوں غنچہ افسردہ خاموشم

حریفاں از دم پیر مغان دریوزہ ہمت
کہ ریش محتسب افتد بدست رند مدہوشم

سرم از گردش چشم کسے کیفیتے دارد
بصہبائے دگر آگاہ کے مایل شود ہوشم

دل برق است داغ از جان بریانے کہ من دارم
رگ ابر از حیا پیچد ز مژگانے کہ من دارم

ازاں شور ملاحت بسکہ بر دل خورد پیکانہا
نمک سود است ہر زخم نمایانے کہ من دارم

چہ پرسی از ہجوم نا رسائیہائے تقصیرم
ندامت می طپد از شرم عصیانے کہ من دارم

بود شعر دقیقم رشتہ دار زلف طنازے
کشید از موقلم تحریر دیوانے کہ من دارم

نگاہم از سرشک لالہ گوں گلدستہ می بندد
ز خوں نشو و نما دارد گلستانے کہ من دارم

برہن بادہ دارم خرقہ و سجادہ چوں دستار
بحمداللہ بجا شد صرف سامانے کہ من دارم

مپرس آگاہ از سر گشتگیہایم کہ شد مجنوں
ز حیرت خار در پا در بیابانے کہ من دارم

شد کدامی جلوہ را آئینہ دار اعضائے من
می رمد از خویش چوں سیماب سر تاپائے من

هر دم از سرتابی گیسوئے عنبر بوئے او
همچو سنبل پیچہا دارد بخود رگہاے من

شعلہ حسن پری گردد نم خجلت ز شرم
نور صہباے عجب می تابد از میناے من

از جنون من چہ می پرسی کہ غلطد هر طرف
صد چو مجنوں همچو طفل اشک در صحراے من

بے گماں شوئی کتاب احتساب از لاے مے
گر چشی اے محتسب یک جرعہ از صہباے من

نا رسائیہاے بخت پست من بنگر کہ شد
در رهت چوں نقش پا آلہ فلک پیماے من

در سواد ظلمت آباد پشن آگاہ تافت
صبح نیشاپور از طبع چمن آراے من

ز دود آهم امشب هر دم آید بوے شبوے
کہ می سوزد چو مجمر سینہ ام از فکر گیسوئے

بسر دارم ز سوداۓ نگاهش شور صد محشر
نفس دزدد بخود صور قیامت گر کشم هوئے

خدا را فرصتے اے صرصر آهم کہ من امشب
چراغاں کردہ ام در دل ز داغ شوق گلروئے

دود در کوچہاے تار داماں و گریباں
زمہد دیدۂ نم دیدہ طفل اشک بد خوئے

بگردش چشم از تار نگہ صد پردہ می بندد
نہ دزدد تا صبا از عنبر لرزان او بوئے

کباب آتش هجر تو ام از شوق ممنونم
کہ گرداند مرا بارے ز پہلوئے بہ پہلوئے

کجا غافل شود آگاہ هنگم کہ می گوید
تلاش عجز هم می خواست ایں جا زور بازوئے

آگاہ نے زیادہ تر رباعیاں شیعوں کے معتقدات اور خیالات کی تردید میں لکھی ہیں، یہ تمام رباعیاں کتاب الرسایل میں شامل ہیں، یہاں ان کی صرف ایک رباعی نقل کی جاتی ہے،

ایران بقیاس ہر سقیم الافکار　　رجحان دارد بہند جنت آثار
نشنید کہ بر طبق احادیث آدم　　در ہند فرود آمد و در ایران مار

آگاہ کی طبیعت میں حد درجہ کا استغنا تھا، کسی امیر یا رئیس کی شان میں قصیدہ لکھنا ان کی عزت نفس کے منافی تھا، امیرالامرا کے ساتھ انتہائی روابط ہونے کے باوجود آگاہ نے ان کی کوئی تعریف نہیں کی حالانکہ ابجدی نے ایک قصیدہ میں ان کی تعریف کی ہے، آگاہ کو حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے غیر معمولی عقیدت تھی، اس لئے ان کی شان میں بہت سے عربی فارسی اور اردو قصاید لکھے ہیں ذیل میں ان کا ایک مختصر قصیدہ نقل کیا جاتا ہے،

بگداخت جانم گردون بیداد　　یا شاہ بغداد فریاد فریاد
مسکیں غریبم حسرت نصیبم　　کلفت قریبم از جان ناشاد
بس بے پناہم لطف تو خواہم　　بنمائے راہم شیخا بارشاد
تا چند حیراں باشم ازینساں　　اے شاہ احساں اے غوث امداد
داری کماہی شان الٰہی　　بخشی چو خواہی فیض خداداد
دارم چو ایماں پیدا و پنہاں　　ذکر تو در جاں نام تو بریاد
آشفتہ حالم حیرت خیالم　　دل پر ملالم یا غوث فریاد
دارم ازیں دل ہر لحظہ مشکل　　شد درپے گل ایں عمر برباد
وحشت اسیرم محنت خمیرم　　شو دستگیرم اے فرد افراد
ہردم خلدنیش در سینۂ ریش　　بیزارم از خویش اے قطب اوتاد
چوں خاک پایت اے من فدایت　　سردر ہوایت آگاہ بنہاد

(باقی)

ہندی تصانیف ہم نے آگاہ کی غیرعربی اور غیر فارسی کتابوں کو ہندی تصانیف سے اس لئے موسوم کیا ہے کہ آگاہ نے خود اپنی مختلف کتابوں میں ان کو ہندی سے تعبیر کیا ہے ، دوسرے یہ کہ ان کی زبان نہ تو ٹھیٹ دکھنی تھی ، جیسی کہ اس وقت اس ملک میں رائج تھی اور نہ بالکل اردو جیسی کہ اس وقت شمالی ہند میں رائج تھی ' اس زبان میں آگاہ نے نثر میں کوئی کتاب نہیں لکھی ' ان کی تمام تر تصنیفات نظم میں ہیں ' البتہ اپنی منظوم تصنیفات کے دیباچے نثر میں لکھے ہیں ۔

آگاہ کی ابتدائی ہندی تصنیفات دکھنی کی طرف مائل تھیں ' انہوں نے یہ تمام مثنویاں زیادہ تر سیر و مناقب میں لکھی تھیں ' لیکن جب شمالی ہند سے اظفری جیسے اردو شاعر دکھن وارد ہوے ' اور لکھنو اور گوپامئو کے علماء کرناٹک تشریف لائے تو آگاہ نے صاف زبان اختیار کی ' جو اردو سے زیادہ قریب تھی ' انھوں نے حسن و عشق کی داستانیں لکھیں ' اور اپنے فصاحت و بلاغت کے جو ہر دکھائے ہیں '

آگاہ اپنے اکثر ہمعصر اردو شعرا کے ناموں اور ان کے کلام سے پورے طور پر واقف معلوم ہوتے ہیں ' چنانچہ ان کی کتابوں میں جابجا خواجہ میر درد ' مظہر ' فغان ' درد مند ' یقین ' سوزان ' آبرو ' آرزو ' میر حسن ' تاباں ' اور سودا وغیرہ کے نام ملتے ہیں ' تعجب ہے کہ ان کی کتابوں میں میر تقی میر کا نام نہیں ملتا ' غالبا انکے زمانہ میں انکو اتنی شہرت نہیں ہوی تھی ' یا ممکن ہے کہ آگاہ ان سے واقف رہے ہوں ' اور اپنی کتابوں میں ان کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہو '

آگاہ دکھنی اور دکھنی شعرا کی افضلیت کے قایل تھے ' انہوں نے مثنوی گلزار عشق کے دیباچہ میں اس پر طویل بحث کی ہے ' چنانچہ لکھتے ہیں '

" مقصود اس تمہید سے یہ ہے کہ اکثر جاہلان بے معنی و ہرزہ درایان لا یعنی زبان دکھنی پر اعتراض اور گلشن عشق و علی نامہ کے پڑھنے سے اعراض کرتے ہیں ' اور جہل مرکب سے نہیں جانتے کہ جب تک ریاست سلاطین دکن کی قایم تھی ' زبان ان کی درمیان ان کے خوب رائج اور طعن شماتت سے سالم تھی ' اکثر شعرا وہاں کے مثل نشاطی ' فراقی ' شوقی ' خوشنود ' غواصی ذوقی ' ہاشمی ' شغلی ' بحری ' نصرتی ' مہتاب و غیرہم کے بے حساب ہیں ' اپنی زبان میں قصاید و غزلیات و مثنویات و مقطعات نظم کئے اور داد سخنوری کا دئے ' لیکن نصرتی ملک الشعرا تنگ نظری سے مبرا ہے '

جب شاہاں ہند اس گلزار جنت نظیر کو تسخیر کئے ' طرز و روز مرۂ دکھنی نہج محاورہ ہندی سے تبدیل پانے لگے ' تا آنکہ رفتہ رفتہ اس بات سے لوگوں کو شرم آنے لگی اور ہندوستان مدت تک زبان ہندی کہ اسے برج بھاکا بولتے ہیں ' رواج رکھتی تھی ' اگرچہ لغت سنسکرت ان کی اصل اصول مخرج فنون و فروع و اصول ہے ' پیچھے محاورۂ برج میں الفاظ عربی و فارسی بتدریج داخل ہونے لگے اور اسلوب خاص کو اس کے کھولنے لگے ' سبب سے اس آمیزش کے یہ زبان ریختہ سے مسمی ہوئی جب ثنائی و ظہوری نظم و نثر فارسی میں بانی طرز جدید کے ہوئے ہیں ' ولی گجراتی غزل ریختہ کی ایجاد میں سبھوں

کا مبتدا اور استاد ہے ' بعد اس کے جو سخن سنجان ہند بروز کئے ' یہ شیوہ اس نہج کو اس سے لئے ' اور من بعد اس کو باسلوب خاص مخصوص کر دئے ' اور اسے اردو کے بھاکے سے مرسوم کئے ' اب یہ محاورہ ' معتبر شہرون میں ہند کے جیسا شاہجہان آباد ' لکھنو ' و اکبر آباد وغیرہ رواج پایا ' اور جون چاہے سبھوں کے من بھایا '

اواخر عہد محمد شاہی سے اس عصر تلک اس فن میں اکثر مشاہیر شعرا عرصہ میں آئے ' اور اقسام منظومات کو جلوہ میں لائے ہیں ' مثل درد ' مظہر ' فغان ' درد مند ' یقین ' سوزان ' ابر - آرزو ' سردا ' تابان وغیرہم ' لیکن ان سبھوں نے کوئی بھی مثنوی مستعد نہیں کیا ' فقط غزلیات و قصاید و مقطعات پر اکتفا کیا ' بارے اس عصر میں حسن دھلوی ایک مثنوی مختصر لکھا ' دریافت اس کی میز مصنف پر موقوف رکھنا اول ہے ' بر خلاف شعراے دکن کے کہ اکثر مثنویات کہے ہیں ' بالاتفاق غزل بولنا آسان ہے ' اور مثنوی کا کہنا دشوار و گران ہے اسی لئے ملک شعراء دکن بطور تعریض کہتا ہے '

دس پانچ بیتاں کہ اے شوقی اگر تو کیا ہوا
معلوم ہوتا شعر اگر کہتے تو اس بستار کا ''

شعراے شمالی ہند میں خواجہ میردرد حضرت مرزا مظہر جانجانان کو شاعر عرفان کی حیثیت سے اور سودا کو ریختہ گوئی حیثیت سے مانتے ہیں '

'' اور بوجھ اے بھائی کہ ان سب شعرا میں بعضے فقط شاعر ہیں اور بعضے شاعری کے سات چاشنی عشق عرفان میں

بھی ماہر ہیں ، مثلاً مولانا شاہ ندیم اللہ ندیم تخلص و قاضی محمود بحری تخلص صاحب من لگن شعرائے دکن سے اور مرزا مظہر جانجاں و خواجہ میر درد شعرائے ہند سے ، بعد ازیں مخفی نہ رہے تمام ریختہ گویوں میں سودا اعتبار نمایاں پایا "

شمالی ہند کے ارباب کمال سودا کو سب شعرا پر فضیلت دے رہے تھے ، لیکن آغا ملک الشعرا نصرتی کی تعریف کرتے ہیں ،

" بعضے اس قدر اس کے باب میں دفتر اشتراق کا کھولتے ہیں ، کہ اس بیچارے کو سب شعرائے ریختہ گو بلکہ تمام ادبائے فارسی سے افضل و بہتر بولتے ہیں اور وا عجبا بل و احسر تا ملک شعرا نصرتی کو نہیں مانتے اور قدر اس کے سحر حلال کی نہیں جانتے ، بڑی دستاویز ان کی یہ ہے کہ زبان اس کی کج مج ہے ، زہے دریافت و خوشا سخن فہمی و عجب سمجھ ، آیا نہیں جانتے کہ اتفاق سے شعرائے عرب و عجم و ہند کے معنی جان سخن آبدار اور لباس مستعار ہے "

اس کے بعد نصرتی کے گلشن عشق سے کچھ اشعار نقل کرکے سودا کے کلام کے ساتھ ان کا موازنہ کیا ہے: اور لکھا ہے ، تعصب کو یک طرف رکھ کر سب کلیات سودا کو بغور ملاحظہ کرکے انتخاب کرکے اور ان سبھوں کو یک داستان گلشن عشق یا علی نامہ سے مقابلہ دیوے تا انداز سے اس کے اور اس کے بواقعی واقف ہووے ، سودا کو چھوڑ دے جس شاعر فارسی گو سے چاہے ، خواہ قصاید میں خواہ مثنوی میں ، اسے موازنہ میں لاوے بالفعل بھی مہروماہ یکتائے فن طرازی عاقل خاں رازی کے تمین قصۂ مہر و مہ ملتی کا گلشن عشق سے

مواجہہ کر دیکھے تامحنے مثل دکھنی کے ہاتھ کنگن کو آرسی کیا کار خوب سمجھے ''

میرزا رفیع سودا آگاہ سے تینتیس سال بڑے تھے اور ان سے پچیس برس پہلے انتقال کیا تھا کیونکہ وہ سنہ ۱۱۲۵ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۱۹۵ھ میں وفات پائی تھی ' اردو شعر و شاعری کی حیثیت سے دکن میں سودا ہی کو زیادہ شہرت حاصل تھی اسی لئے آگاہ نے جابجا ان پر تفاخر کیا ہے ' تحفۃالاحباب کے آخر میں لکھتے ہیں '

دیکھ تو هندی کتابوں کو سبھی	دور قصاید ریختوں کو دیکھ بھی
کیں هیں سب الفاظ وہ زیر و زبر	خاص تازی فارسی اے باخبر
مجکو رب میرا دیا قدرت یتی	کہ کہے الفصر منکم خصرتی
کھولوں گر اردو کے بھاکے میں زبان	سود سب سودا کا هو جاوے زیان
جوں دیا هندی میں جس مجھکو خدا	فارسی تازی میں یوں یکا کیا
فخر نیں کرتا هوں میں اے نیک نام	دیکھ تبیینو بات میں میرا کلام

اپنی مثنوی گلزار عشق کے خاتمہ میں کہتے هیں '

اگر دیکھے اس نظم کا طمطراق	تپ دق سے سودا کے هو احتراق
مجھے نصرتی ساتھ هے گفتگو	اسے کیا هے طاقت کہ هو روبرو

یہ محض آگاہ کی شاعرانہ تعلی تھی ' ورنہ وہ ان کے کمال کا اوروں کی طرح بہت اعتراف کرتے هیں ' چنانچہ خود ہی لکھتے هیں '

" باوجود ان سب مراتب کے هم انصاف کرتے هیں کہ مرزا رفیع سودا قصاید و غزل میں بڑا سخن تراش و صاحب تلاش هے ' محاورۂ شستہ و صاف میں یگانۂ زمانہ اور شوق مزاج اور

رنگینی طبیعت میں ہر کہین افسانہ ، پر افسوس کہ ہجوہاے رکیک سے آشنانہ اور تدین و تمکین سے بیگانہ تھا ''

اب ہم آگاہ کی ہندی تصنیفات کی ایک مختصر فہرست پیش کرتے ہیں ، بڑی تقطیع ۲۷۵ صفحے ہر صفحہ میں ۱۹ سطر اور ہر سطر میں چار مصرع یعنی دو شعر ہیں

۱ — ہشت بہشت ، یہ آنحضرت صلعم کے حالات و خصایص اور معجزات پر آٹھ رسالون کا مجموعہ ہے ، ہر ایک رسالہ کی بحر دوسرے سے جدا ہے ، ہر ایک رسالہ کا ایک نام ہے ، ابتدا میں دکنی نثر میں ساڑھے چار صفحون کا ایک دیباچہ ہے اس کے بعد فضایل ذکر سیر و شمایل و برکات مولود میں ایک نظم ہے اس کے بترتیب ذیل آٹھ منظوم رسالے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے ،

(۱) من دیپک - اس میں نورمحمدی کے سلسلہ بہ سلسلہ منتقل ہونے کی تفصیل دی ہے ،

(۲) من ہرن - اس میں ان تمام بشارتون کا ذکر ہے جو قدیم کتب مقدسہ میں وارد ہوی ہیں ،

(۳) من موہن - اس میں سنہ ولادت سے لیکر آٹھ سال تک کی عمر کے حالات بیان کیے ہیں ،

(۴) جگ سوہن - اس میں وفات تک کے تاریخی حالات بیان کئے ہیں ،

(۵) آرام دل - اس میں آنحضرت صلعم کے شمایل و اخلاق اور عبادات کا ذکر ہے ،

(٦) راحت جان - اس میں آنحضرت صلعم کے خصایص بیان کیے ہیں '

(۷) من درپن - اس میں معجزات نبوی کی تفصیل ہے '

(۸) من جیون - اس میں فرضیت محبت اور فضایل درود و زیارت قبر نبوی کا بیان ہے '

من درپن کے ساتھ اعجاز قرآن پر ایک مثنوی شامل ہے جو بطور حاشیہ کے لکھی گئی تھی ' یہ کتاب در حقیقت امیرالامرا بہادر کی حوصلہ افزائی پر لکھنی شروع کی تھی ' ابتدائی چھ رسالے سنہ ۱۱۸۴ سے سنہ ۱۱۸۲ تک تصنیف ہوگئے تھے ' اس کے بعد مختلف مشغولیتوں کی بناء پر دوسرے رسایل کی تکمیل نہ ہوسکی تھی یہاںتک کہ سنہ ۱۲۰۳ میں امیرالامرا کا انتقال ہوگیا ' اس کی وجہ سے آگاہ کا دل بھی کچھ سرد پڑگیا ؛ بعد میں دوستوں کے اصرار پر سنہ ۱۲۰٦ ھ میں آخری دو رسالے تصنیف کئے ' اس کے دیباچہ میں لکھتے ہیں

" چھٹے رسالے اول کے مع رسالہ عقاید و تحفۃ النسا سنہ یک ہزار و یک سو اسی اور پانچ میں اور سنہ ۱۱۸٦ یک ہزار و یک سو اوز اسی اور چھے میں بنے ہیں ' پیچھے اس کے بہت ڈھیل ہوئی ' کیا واسطے کے ایک رفیق با توفیق و جلیس انیس کہ ان رسالوں کا طالب اور ایسے خیر کے کاموں پر راغب تھا سو رحلت کیا ' حق تعالی اس پر رحمت کرے اور اسے اپنے مغفرت سے نوازے اور بہت موانع بھی درپیش ہوے ہر چند اس اثنا میں بعض دوستاں واسطے دوسرے رسالوں کے بولے پن اتفاق ان کے بنانے کا نہیں ہوا آخر ابتدا سنہ یک ہزار

اور دوسو چھے میں رسالہ من در پن. اور من جیون بنانے کا
اتفاق ہوا اور رسالہ آرام دل میں بیان عادات شریف کا اور
رسالہ راحت جان میں بیان اکثر خصایص امت کا اور رسالہ
جگ سوہن میں حضرت کی نبوت سے تا وفات ان کے صلی اللہ علیہ وسلم
داخل کیا گیا ' ان آٹھ رسایل میں تخمینا آٹ ہزار اور چھسو
اوپر پچاس بیت ہیں اور سرخیوں کے ساتھ نو ہزار بیت ہونگے "

چونکہ یہ کتاب مجالس میلاد کیلئے لکھی گئی تھی ' اس
لے زبان سادہ اور عام فہم اختیار کی گئی اور اس کتاب کے
بارہ حصے کے گے ' اول کے چار رسالے چار حزب آرام دل دو
حزب ' راحت جان ایک حزب ' من در پن چار حزب اور من
جیون ایک حزب قرار دئے گئے ' یہ کتاب اتنی مقبول ہوی
کہ کئی مرتبہ مدراس میں چھپی اور آج تک اکثر گھرون
میں میلاد کی مجلسوں میں پڑھی جاتی ہے '

ان رسائل سے مقصد شاعری نہیں تھا ' بلکہ عوام الناس
کی اطلاع ان کا مقصد اصلی تھا ' اس وجہ سے زبان دکھنی
اختیار کی تا کہ سب کی سمجھ میں آوے

" ان رسالوں میں شاعری نہیں کیا ہوں بلکہ صاف و
سادہ کہا ہوں اور اردو کے بھاکے میں نہیں کہا کیا واسطے کہ رہنے
والے یہاں کے اس بھاکے سے واقف نہیں ہیں '

نہ بولا یہ سخن شعرا کے ڈھب سے — لکھا ہوں صاف و سیدھا دو سبب سے
اول پاس احادیث صفا کیش — لکھا ہوں ان کوں جوں تھے بے کم [و بیش
کیا ہوں ترجمہ اخبار کا جب — تو کیوں دخل اس میں پاوے [شعر کا ڈھب

بھی یہ نسخہ کہ ہے اس فن [میں نادر — بنا ہینگا عوام الناس خاطر

نزاکت شعر کی وہ جانتے نہیں — دقایق اس کے کچھ پہچانتے نہیں

کہا صاف اس لئے یہ نظم مرغوب — کہ تا سب امیاں سمجھیں اسے خوب

اگر بھاکے میں اردو کے میں کہتا — کوئی اسکوں یہاں کے لوگوں سے [نہ چھتا

اس سے پہلے دکھنی میں بہت سی کتابیں لکھی گئی تھیں مگر ان میں بہت سی بے اصل روایتیں تھیں ، اس صحت کے ساتھ کسی نے آنحضرت صلعم کا تذکرہ مرتب نہیں کیا تھا چنانچہ خود کہتے ہیں ،

" اے بھائی یہ رسالے دکنی میں ہیں کر کر سہل اور سرسری نجان ، کیا واسطے کہ بڑے معتبر کتب سے تحقیق کر کر لکھا ہوں ، اگر وہ تمام کتاباں تو دیکھینگا یا کسی سے سنیگا تو تجھے قدر ان رسالوں کی معلوم ہوینگی ، ...... اے بھائی اگر تجھے ان رسالوں میں کہیں شبہ ہووے تو اپنے وہم و گمان سے اعتراض نکر بلکہ ان کتابوں میں کہ ان رسالوں کے اصل اور ماخذ ہیں نظر کر ، کیا واسطے کہ میں بہت تحقیق و تدقیق کر کر لکھا ہوں ، ان کتابوں سے بھی مقلدان کے مانند نہیں لیا ہوں بلکہ ان میں جو اصح تھا سو اخذ کیا ہوں "

ہے بہت دکھنی کتابوں کا بیاں — بے گماں موضوع و بے اصل اے میاں

جیسا فتاحی لکھا ہے معجزات — اکثر اس میں ہے غلط ہور [جھوٹ بات

ہوریوں نور و شمایل کا بیاں — ہوریوں معراج نامہ اے میاں

ہور وفات شاہ کا ذکر اس نمط — اکثر ان نسخوں کا مضموں ہے غلط

جو ہے بے اصل و غلط اے نیک نام — اس کے تیں پڑھنا وسننا ہے حرام

خاص کر در ذکر سالار بشر
متفق ہیں اہل علم اس بات پر

پن میرے آٹھ رسالے اے گھنچیر
شاہ کے احوال میں ہیں بے نظیر

ترجمہ ان میں حدیثوں کا ہے سب
ہور ہیں سب لبریز از عشق و ادب

فخرنیں کرتا ہوں میں اے سینہ صاف
بات میں میرے نہیں ہے کچھ اختلاف

اگر چہ معجزوں کے ذکر اندر
ہیں نسخے بہوت دکھنی اے برادر

ولے اکثر غلط اس کا بیاں ہے
محدث پاس جھوٹ اس کا عیاں ہے

حدیثوں میں نہ ہو جسکو ٹھکانا
حرام ہے اس کا پڑھنا اور پڑھانا

کیا ہوں جو بیاں میں معجزات اب
ہے بے شک ترجمہ اخبار کا سب

صحیح ہیں سب روایات اسکے اے یار
نہیں کذب و غلط کوں اس میں [کچھ یار

نکالا ہوں خلاصہ کتے کتب کا
دیا ہوں داد اپنے دل کے حب کا

پن اس اسلوب و اس ترتیب کےتیں
نہیں دیکھا ہوں کوئی نسخے منے [میں

اگر دیکھینگا توں جب وہ کتاباں
تو صدق اس بات کا بوجینگا اس آں

کوئی خصایص آج تک بولیا نہیں
نظم میں اس کے زباں کھولیا نہیں

ہے عربی میں خصایص کا بیاں
فارسی میں بھی ہے اے روشن رواں

عورتاں ہور رامیاں سب اے فتا
نیں ہیں ان دونو زباں سے آشنا

اس سبب دکھنی کیا یہ نظم میں
فایدہ تا اس کا پونہچے سب کے تیں،

آگاہ نے یہ تذکرہ بھی بہت مختصر لکھا ، کیونکہ لوگوں میں مطول کتابوں کے پڑھنے کا ذوق جاتا رہا،

نہیں ہے علم کا اب شوق کس کوں
خصوصا نیں سیر کا ذوق کس کوں

بہ جوش حرص سب مرداں و عورات
گتے ہیں شغل میں دنیا کے [دن رات

نہیں ہے کس کو ہرگیز داد دین کا
نہیں ہے کوئی بھی طالب اس [یقین کا

نہ شاہ انبیا کا کوئی عاشق — نہ اس کے ذکر کا ہے کوئی شایق

لکھا اس واسطے میں مختصر کر — پڑھے تا اس کوں ہر کوئی اے [برادر

ہر کسے ہے شغل میں دنیا کے دل — روز و شب اس کام میں ہے مشتغل

دین کے کاماں میں ہے ہر کوئی [سست — ہزل کے باتاں میں ہے چالاک [و چست

آگاہ کا خیال تھا کہ ربیع الاول کے ابتدائی بارہ دنوں میں مسلمانوں کو عید کی سی خوشیاں منانی چاہئیں ، چنانچہ امیروں کو حکم دیتے ہیں ،

کرنا یوں مولود ہے غربا اوپر — ہے امیروں کے اوپر حکم دگر

لازم ان پر ہے کہ اس مہینے بہتر — سعی کرنا آپنے مقدور بھر

شہر کے کوچوں کو جھڑوانا تمام — ہور اسے آراستہ کرنا مدام

کرنا اس میں بہوت زینت دلفروز — ہر جگہ رکھوانا اس میں عود و سوز

شہریوں کو کرنا تاکید اکید — کہ کریں زینت زیادہ تر ز عید

ہرطرف مولود کا دینا رواج — سب کو فرمانا کریں یہ ابتہاج

جن کوں استعداد ہے تازی پڑھیں — دل پہ اس اسرار کے گوہر چڑھیں

فارسی داناں پڑیں نت فارسی — روشن اس سے دل کریں جوں آرسی

نیں عربی فارسی میں جنکوں راہ — وہ پڑھیں ہندی کتاباں خواہ مخواہ

غیر بدعت کی کہ ہے مذموم وشوم — یوں کریں اس ماہ میں شادی کی [دھوم

کہ نہ پہنچے اس کو ہرگز کوئی طرب — غلغلہ عیدین کا یہاں جاوے دب

جب نصاری روز میلاد مسیح — انبساط و جشن کرتے ہیں صریح

مومناں اولی ہیں بے شک اے فتا — تا بروز مولد خیر الوری

دیویں ایسا بہجت و عشرت کا داد — کہ نہ ممکن ہووے اس پر کچھ زیاد

عام لوگوں کو بدعات سے بچنے کی تاکید کی ہے اور اس کی بجاے اعمال صالحہ اور اطعام طعام کی ترغیب دلائی ہے۔

پن یہ سب برکات تب پاویگا تو ۔۔۔ کہ بصدق اس کو بجالاویگا تو

ہور تو بدعت سے کریگا احتراز ۔۔۔ یعنے ان روزوں میں اے با امتیاز

مت چراغوں میں تو ڈال اپنا مزاج ۔۔۔ روشنی بس ہے بقدر احتیاج

راگ و رنگ سے بھی ہے واجب [اجتناب ۔۔۔ ہزل و بازی میں نہیں راہ صواب

ایسے جو کاماں ہیں ان سے منہ پھرا ۔۔۔ تا نوازے تجھ کو شاہ دوسرا

خاص بارا دن تلک اے اہل شوق ۔۔۔ اس عبادت کا رکھو دن رات ذوق

جس قدر مقدور ہے تم کو تمام ۔۔۔ اس قدر البتہ پکواؤ طعام

اہل علم و صالحاں کو جمع کر ۔۔۔ ہو ربخور و عطر سے مجلس کو بھر

تم پڑھو سب مل کو قرآں ہور درود ۔۔۔ ذکر میں اس کے زباں دل در شہود

جو اتھے احوال اس شہ کے تمام ۔۔۔ ہوؤ تم پڑھکر انو کو شادکام

دکھنی یا تازی اچھیں یا فارسی ۔۔۔ دل کے تیں اس سے کرو جوں آرسی

آگاہ کی یہ دیرینہ خواہش تھی کہ حرمین شریفین کی زیارت کر آئیں، مگر یہ موقعہ شاید ان کو نصیب نہیں ہوسکا، اشعار میں، آپ نے یہ تمنا ظاہر کی ہے

مدام اس فکر میں ہے یہ کمینہ ۔۔۔ کہ چلتا سر سے جاؤں تا مدینہ

رہوں وہاں ہور مروں وہاں ہور [اٹھوں واں ۔۔۔ عنایت سے ترے یہ سب ہے آساں

گئے ہیں ہوش و حس اس فکر سے [بھاگ ۔۔۔ کہ کب جاگینگے اے مولا میرے بھاگ

نظر سے آپنے مجھکوں کرامت ۔۔۔ مجھے دے شہر میں تیرے اقامت

آگاہ نے اپنے زمانہ کی سیاسی کشمکش کا اظہار ان اشعار میں کیا ہے

ہوں اپنے سے یہاں کے بہوت بیزار بہت اس بات سے پاتا ہوں آزار
ہوا ہے کفر کا یہاں گرم بازار ملسماناں اوپر ہے سخت دشوار
سبے یاں مشکل ان پر آکھڑا ہے پہاڑ ان کے سر اوپر آپڑا ہے
کدھر جاویں کہ یہ لشکر ہیں تیرے اگر ہیں نیک و بد چاکر ہیں تیرے

آگاہ نے کئی جگہ استغنائے طبعی کیلئے دعا کی ہے ؛

او مقصد اے صاحب معراج یہ ہے کہ ذکر کس کا محتاج
اے مالک ناسوت و ملکوت دے ہاتھ سے تیرے میرا قوت
نا زور توکل ہے مجھ میں تا بیٹھوں یک جا ہمت سیں
نا کسب حلال آتا ہے مجھے یہ دشواری ظاہر ہے تجھے
یا مجھ پر توکل کر آسان یا کسب حلال اے شاہ جہاں
یا مخزن نعمت سے تیرے دے روزی رحمت سے تیرے

یہ کتاب غالبا سب سے پہلے سنہ ۱۲۶۲ھ میں سید احمد نبیسۂ مولوی باقر آگاہ کے اہتمام سے اور جناب جعفر صاحب کی تصحیح سے مطبع کشن راج مدراس میں طبع ہوی ؛ اس کے بعد کئی مرتبہ چھپی اور فروخت ہوی ؛ ضرورت ہے کہ اس کا ایک عمدہ اور صحیح اڈیشن چھاپا جائے ؛

۲ — رسالۂ عقاید ۔ اس مثنوی میں اہل سنت و الجماعت کے عقاید بیان کئے ہیں ؛ اس کے اشعار کی تعداد چار سو بیس ہے ؛

سبب تصنیف یوں بیاں کرتے ہیں ؛

کتاباں ہیں عقاید بیچ ہرکیں ولے دکھنی زباں میں کیں دسے نیں
عوام الناس کوں ہور عورتاں کوں نہیں جو آشنا ہیں فارسی سوں
ہے فرض عین مرداں پر سراسر سکھانا ان کو احکام پیمبر
کیا ہوں میں بیاں اس نظم اندر عقاید اہل سنت کا سراسر

کہا نیں میں کبھی دکھنی میں اشعار　　مجھے ہے شعر کہنے سے بہت عار
ولے یہ نظم بولیا بالضرورت　　پڑھے تا اس کو ہر امی و عورت

یہ رسالہ بھی کئی بار چھپ چکا ہے ‘

۳ — تحفۃ النساء - اس مثنوی میں حضرت فاطمہ زہرا ‘ حضرت زینب حضرت رقیہ - حضرت ام کلثوم - حضرت خدیجہ - حضرت عایشہ - حضرت حفصہ - حضرت زینب بنت خزیمہ - حضرت سودہ - حضرت ام سلمہ - حضرت زینب بنت جحش - حضرت جویریہ - حضرت ام حبیبہ - حضرت صفیہ - حضرت میمونہ - حضرت ماریہ - حضرت ریحانہ سیدہ فاطمہ صغری - سیدہ نفیسہ - سیدہ عایشہ - سیدہ ام الخیر فاطمہ سیدہ ام محمد عایشہ - سیدہ رابعہ بصریہ - سیدہ معاذہ ‘ سیدہ شعرانہ سیدہ عقیرہ ‘ سیدہ فاطمہ خراسانیہ ‘ سیدہ ام علی ‘ سیدہ ام محمد سیدہ رابعہ ثانیہ ‘ سیدہ حکیمہ کے مناقب بیان کیے ہیں ‘ یہ رسالہ خاص طور پر عورتوں کیلئے لکھا تھا ‘ چنانچہ کہتے ہیں ‘

امت میں نبی کے جو ہیں عورات　　افضل ہیں سب عورتاں سےسن بات
لکھتا ہوں میں اس کتاب اندر　　احوال نساء کا اے برادر
اس شاہ کے دختران کا احوال　　اس شاہ کے عورتاں کا احوال
امت میں جو عورتاں تھے کامل　　تھا قرب خدا کا ان کو حاصل
آغاز کیا ہوں فاطمہ سوں　　کیا واسطے او ہے سب کی خاتوں
عالم میں جو عورتاں ہیں اکمل　　ان سب ستے فاطمہ ہے افضل
یہ قول صحیح ہے اے برادر　　اس مت پو ہیں اہل علم اکثر
یہ نسخہ کہا ہوں بہوت آسان　　تا اس کو سب امیاں کرے گیان
یہ نسخہ کہ ہے عجیب و نادر　　مخصوص ہے عورتاں کے خاطر
عورات کے واسطے بنا ہے　　نام اس کا بھی تحفۃ النساء ہے

اس رسالہ کے جملہ ابیات آٹھ سو ہیں اور یہ سنہ ۱۱۸۵ ھ میں لکھا گیا تھا '

ہیں آٹھ سو اس کے جملہ ابیات   پڑھنے میں ہے اس کے بہوت برکات
گیارا سو اوپر تھے پنج و ہشتاد   ہجرت سے بنا ہے تب یہ رکھ یاد

یہ رسالہ بھی کئی بار چھپ چکا ہے '

۴ — محبوب القلوب - یہ مثنوی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر ہے ' اس کا ماخذ زیادہ تر بہجۃ الاسرار ہے جو شیخ نورالدین علی شطنوفی شافعی کی ایک قابل قدر عربی تصنیف ہے ' شیخ موصوف دو تین واسطوں سے شیخ عبدالقادر جیلانی کے مرید تھے ' انہوں نے اپنے بزرگوں سے سن کر شیخ جیلانی کے مستند حالات قلمبند کئے تھے ' آگاہ طریقتا قادری تھے ' کرناٹک میں عبدالقادر جیلانی کی ذات سے لوگوں کو بڑی عقیدت ہے ' اس لئے ہر سال مجالس میلاد منعقد کی جاتی ہیں اور بڑے اہتمام کے ساتھ قصاید خوانی ہوتی ہے اور مواعظ سنائے جاتے ہیں ' عوام کی اصلاح اور ان کے رشد وہدایت کیلئے آگاہ نے یہ ضروری خیال کیا کہ عام فہم دکھنی زبان میں شیخ عبدالقادر جیلانی کے مستند حالات پیش کیے جائیں ' چنانچہ سنہ ۱۲۰۶ ھ میں آگاہ نے یہ کتاب لکھی ' بہجۃ الاسرار کی تعریف کرنے کے بعد لکھتے ہیں '

والے ہیں سب عربی یہ کتاباں   نہ پڑھ سکتے ہیں ان کو فارسی [خواں
لکھے اس واسطے کیتک اخیار   خلاصہ فارسی میں ان کا اے یار
و لیکن امیاں اور اکثر عورات   سمجھتے نہیں ہیں بالکل فارسی بات
کیا ہوں اس لیے یہ نسخہ منظوم   کہ ہووے سب کو آسانی سے مفہوم

وہ سمجھیں عرش کے تا کچھ مناقب — کہ حق کیا کیا دیا اسکو مراتب
بہت نسخوں سے یہ مضموں لیا ہوں — بہت تحقیق سے اس کو لکھا ہوں
خلاصہ ان کتابوں کا میں لیکر — کیا ہوں درج اس نسخے کے اندر
لکھا ہوں صاف یہ نظم اے برادر — کہ ہے کام امیوں سے اس میں اکثر
لطافت شعر کی وہ جانتے نہیں — نزاکت اس کی کچھ پہچانتے نہیں
بھی اردو کی زباں میں نہیں کہا میں — کہ اس بھاکے کو یاں کوئی جانتانہیں

اس کے کل اشعار کی تعداد چار ہزار ترسٹھ ہے ، چنانچہ خودھی کہتے ہیں ،

تما ششم سال بارا سو اپر جب — بفال خوش ہوا ہے یہ مرتب
تمام ابیات اس کے اے مساعد — ہوے چار الف و ترسٹ بے قصاید

آخر میں پچپن پچپن شعر کے دو قصیدے ہیں ، جن میں سید عبدالقادر جیلانی کی مدح کی ہے ، پہلے قصیدہ کا مطلع یہ ہے ؛

پڑا ہوں ورطہ اندوہ و محنت میں یہ حیرانی
میری اب دستگیری کر تو اے محبوب سبحانی

دوسرا قصیدہ ذوالمطلعین ہے ،

کیوں حسن کا دکھاوے ہے کرو فر آفتاب
ڈکہ دور کر نقاب کہ ہوشیر آفتاب

کرتا ہے لعل سنگ سیہ کوگر آفتاب
تو جام می کو لعل سے اپنے کر آفتاب

اس کتاب کی ابتدا میں ایک نثری دیباچہ ہے ، اس میں لکھا ہے کہ اسرار تصوف اور حقایق سلوک کے بیاں سے آگاہ نے قصدا احتراز کیا ہے ، کیوں کہ یہ چیزیں عوام کی سمجھ سے باہر ہیں ،

" ملفوظات طیبات اس جناب بابرکات کے حقایق و اسرار و دقایق سلوک میں باتفاق اولیا بے نظیر میں نہیں لکھا ہوں کیا واسطے کہ جن لوگوں کے واسطے یہ رسالہ بناہے ' ہرگز اس کو سمجھ نا سکینگے " یہ کتاب بھی کئی مرتبہ چھپ چکی ہے '

۵ — ریاض الجنان - یہ مثنوی اهل بیت کے فضایل میں ہے ' اس میں ایک مقدمہ اور بارہ روضے ہیں ' دیباچہ میں حمد و نعت اور ان کتابوں کی تفصیل کے بعد جن سے اس کتاب کے لکھنے میں مدد لی گئی ہے ' تحریر کرتے ہیں '

" بعضے علماء ان مناقب اشرف کو فارسی کتابوں میں سیر کے درج کئے ہیں ' لیکن کوئی کتاب مستقل اس بیان میں اب تک دیکھنے میں نہیں آئی ہیں ' پس تصنیف ہونا اس کا ہندی زبان میں معلوم ' مگر یہ کہ ولی ویلوری و شیدائے حیدرآباد دکھنی زبان میں در نسخے منظوم لکھے ہیں ' ان کا نام روضۃ الشہدا اور روضۃ الاطہار مناقب عترت اخیار کے ان دونوں میں بہت کم ہیں ' بلکہ نہیں ہیں ' و اقعات شہادت کے کچھ تفصیل کیے ہیں اور اکثر بیاں دونوں کا غلط ہے اور بے اصل ہے جیسا انتقام چھنا عکاشہ کا آنحضرت صلعم سے " پھر آگے چلکر لکھتے ہیں '

" اکثر اهل سیر اس فن کے تساهل و سہل انگاری کے تیں شیوہ اپنا کیا کر کر تواریخ کے لکھنے میں ضبط و تدقیق نہیں کئے بلکہ رطب ویا بس جو پائے سو لکھ گئے ' اس جہت سے ان کی کتابوں میں غلط باتیں اور بے اصل روایتیں بہت پائی جاتی ہیں ' جیسا حبیب السیر اور روضۃ الصفا اور روضۃ الشہدا بخلاف

ثقات حدیث کے کہ تصانیف ان کی غایت تدقیق سے موزوں اور نہایت تدقیق سے مشحون ہیں "

پھر بعض جاہل سنیوں کے متعلق جو شیعوں کی ضد میں حضرت علی اور عام اہل بیت کی تعریف کرنے سے کتراتے ہیں اپنی سخت نا پسندیدگی ظاہر کرتے ہیں '

" اے بھائی جیسا اس وقت رفض کا بلوی ہے ویسا ہی کہیں بعضے جاہلوں میں تعصب کا غوغا ہے ' ایسے متعصبان حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کو رفض کی طرف منسوب کیے تھے ' اور ایسے متعصبان امام ابو عبدالرحمن نسائی کو رضی اللہ عنہ آزار دئے تھے یعنی جب وہ بزرگ دمشق میں آیا حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہ کے مناقب میں یک کتاب بنایا ' اہل شام اس پو بلوی کئے ' کہ حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کے مناقب میں بھی کتاب لکھنا تھا ' وہ بزرگ جواب دیا کہ اس ملک میں حضرت امیر کرم اللہ وجہ کے جناب سے منحرفان بہت ہیں ' حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کے جناب میں کوئی منحرف نہیں ' اس لئے اوس جناب کے فضایل میں کتاب لکھا ہوں ' باوجود اوس کے بھی وہ خارجی مشربان اوسے بہت آزار پہنچائے '

اے بھائی یہاں بھی بعضے مردم اس طور کے ہیں اگر مناقب حضرات خلفاء ثلاثہ کی رضی اللہ عنہم اون سے کہے تو ولولہ و طرب اون میں پایا جاتا ہے ' و اگر مناقب حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے کہے تو چنداں خوشی و جوشش نیں کرتے ہیں ' بلکہ کسی بہانے سے اور اصحاب کرام کے ذکر طرف آتے ہیں ' یہ طور خروج و رفض کے خارستان کا ایک پھانٹا ہے ' سنی پاک مشرب

کا طریقہ یوں ہے کہ اگر ذکر حضرت صدیق اکبر کا آوے تو ایسا مشتاق ہو کر سنے کہ گویا صدیقی ہے، اور حضرت عمر کے ذکر میں فاروقی ہووے اور حضرت عثمان کے ذکر میں عثمانی ہووے اور حضرت علی کے ذکر میں علوی ہووے رضی اللہ عنہم، بدستور حضرت امام حسن کے ذکر میں حسنی ہووے اور حضرت امام حسین کے ذکر میں حسینی ہووے علی جدھما و علیھما الصلوٰۃ والسلام"۔

حمد و نعت کے بعد لکھتے ہیں

سارے اوصاف اون کے بالتفصیل | عربی فارسی میں ہیں بے قیل
امیاں اور عورتاں اکثر | رکتے نہیں ہیں یہ دو زباں سے خبر
اور ہندی میں جو لکھے ابیات | ذہن ہیں اون میں مناقب حضرات
ہے شہادت کا اوس میں ذکر فقط | سو بھی اکثر بیاں ہے اوس کا غلط
اس لیے میں بنایا یہ منظوم | تا بآسانی سب کو ہو مفہوم
اس میں لکھتا ہوں کچھ مناقب آل | ایک با اختصار و با اجمال
ہیں سند اس بیاں کے بہوت کتاب | کہ ہیں تحقیق میں وہ لب لباب
جو یہ نسخہ میں ذکر ہیں یک یک | ترجمہ ہے حدیث کا بے شک
صاف اس واسطے لکھا ہوں میں | تا سمج ہووے خوب اون کے تیں
شاعری کا نہیں ہے اوس میں ڈھب | تا نہ ہو ذہن کو انو کے تعب
اور اردو زباں میں بولانیں | کہ نہ سمجھینگے اوس زباں کے تیں
ڈھیٹ دکھنی میں بھی نہیں بولا | نظر آیا مجھے یہ طور اولا

خاتمہ میں اس کتاب کی اہمیت جتاتی ہے

سرسری دیکھ مت اوسے زنہار
اور دکھنی کتب طرح اے یار

اسکا سنہ تالیف سنہ ۱۲۰۷ھ ہے اور اس کے کل اشعار کی تعداد تین ہزار ننانوے ہے، چنانچہ خاتمہ میں کہتے ہیں،

سب تھے بارا سو اور سات برس تب بناے یہ نسخہ اقدس
ہینگے ابیات اوس کے تین ہزار اور نودپہ نو بلا تکرار

یہ کتاب بھی چھپ چکی ہے ؛

٦ — تحفۃ الاحباب در مناقب اصحاب - اس مثنوی میں بارہ جلیل القدر اصحاب کرام کے مناقب بیان کیے ہیں ؛ اس کی ابتدا میں ایک نثری دیباچہ ہے ؛ اس میں کہتے ہیں ؛

" اے بھائی اکثر بلکہ سب دکھنی کتاباں بنانے والے بیاں میں ایسے بہت غلط کیے ہیں کہ اس زباں کو بے اعتبار کردئے ؛ اس لیے علماء ان کتابوں طرف التفات نہیں کرتے ؛ آج تک کوئی کتاب دکھنی صحیح و معتبر میری نظر میں آئی نہیں ؛ بعضے ان سے سرتاپا جھوٹ سے بھری ہیں ؛ اور بعضوں میں جھوٹ زیادہ ہے ؛ اور بعضوں میں جھوٹ کم ہے ؛ روایات موضوع کا کا سننا اور سنانا اور پڑھنا اور پڑھانا اشد حرام ہے ؛ اس بات پر سب علماء کا اجماع ہے ؛ شکر خدائے تعالی کا کہ میرے تمام رسایل بہت صحیح و معتبر و نہایت مظبوط و مدلل ہیں کوئی محدث اور صاحب علم کو مقدور نہیں کہ اس کی کوئی روایت پر حرف رکھ سکے "

یہ کتاب پندرہ ابواب پر منقسم ہے ؛ اور ہر ایک باب کی مختلف فصلیں ہیں ؛ پہلے باب میں صحابی کی تعریف - اثبات صحابیت کثرت اصحاب ؛ عدالت اصحاب ؛ تعداد طبقات اصحاب ؛ عدد خلفا و نقبا وغیرہ پر بحث کی ہے ؛ دوسرے باب میں وہ آیتیں پیش کی ہیں جو صحابہ کی شان میں نازل ہوی ہیں ؛ تیسرے باب میں احادیث پیش کیے ہیں ؛ اس کے بعد چار بابوں میں چار مشہور خلیفوں کے مناقب بیان کیے ہیں ؛ یہ چاروں باب - بہت طویل ہیں اور ہر ایک باب کئی فصلوں پر

منقسم ھے ' باقی کے آٹھ ابواب میں حضرت امیر حمزہ حضرت عباس ' حضرت زبیر ' حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ' حضرت طلحہ ' حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت سعید بن زید (حضرت عمر رض کے بہنوئی) کے مختصر مناقب بیان کیے ہیں '

حمد و نعت اور منقبت غوث و مدح ابوالحسن قربی کے بعد لکھتے ہیں '

پر عربی ہینگے اکثر یہ کتب | فارسی میں بھی ہیں کچھ اے [اھل حب
اکثر عورات و یکسر امیاں | بوجھ نہیں سکتے ہیں یہ دونو زباں
اس لئے لکھا ہوں اس نسخے کو میں | تا سمجھ ہووے مفصل اون کے تیں
نظم آسانی سے کرتا ھوں اسے | تا سمجھ اس کی نہ ہو مشکل کسے
اون کے سمجھانے پہ من دھر تا [ھوں جب | شاعری کا اس میں نہیں لاتا ھوں [ڈھب
اور اردو کے زباں میں نہیں کہا | نہیں ہیں اوس بھاکے سے اکثر [آشنا

اس کے بعد اپنی گذشتہ ھندی تصانیف کا ذکر کیا ھے '

ذکر میں ختم رسل کے بیشتر | میں لکھا ھوں آٹ نسخے معتبر
کر دیا ھوں وزن ھر ھر کا جدا | ھے خلاصہ اون منے اخبار کا
ھور لکھا بعداوس کےمحبوب القلوب | ذکر شاہ اولیا ھے اس میں خوب
ھور لکھا بعد اوس کے ذکر آل جان | ھے ریاض اوس نسخے کا نام اے میان
وہ رسایل سر بسر ھیں دلپذیر | ضبط ھور تحقیق میں ھیں بے [نظیر
اب میں لکھتا ھوں خدا کے فضل سے | یہ رسالہ ذکر میں اصحاب کے
اوس میں اون چیزوں کا کرتا ھوں [بیاں | کہ کبھی اون کو سنے نہیں اون [کے کاں
بولتا ھوں وہ مناقب کھولکر | کہ گئے نہیں فہم پر ان کے گذر
نام اس کا تحفۃ الاحباب ھے | مونس جان اولی الالباب ھے

خاتمہ میں اس کتاب کی اہمیت کے متعلق لکھتے ہیں

کرچہ ہے ہندی زبان کا اس میں ڈھب
معنے اوس کے ہے حقیقت میں عرب

از عنایات کریم کارساز
کردیا میں نے دکھن کے تیں حجاز

نیں کیا ہوں کوتھی اس میں ذری
دیکھہ مت ہرگز اسے تو سرسری

مت سبک جان اس کو ہندی ہے ککر
کر تامل سے تو خوب اوس پر نظر

ضبط ہور تدقیق میں بہتر ہے جان
بہوت عربی فارسی سے بہائی جان

اس کتاب کو صاف و سادہ لکھنے کی وجہ یہ بتائی ہے

شعر کا ہرگز نہ لایا اس میں ڈھب
صاف بولا ہوں اسے ازسہ سبب

پہلے یہ ہے کہ عوام اے نیک نام
جانتے نیں شعر کی دقت تمام

وجہ دیگر یہ کہ ہے ذکر صحاب
ترجمہ اخبار کا بے ارتیاب

شعر کی دقت سے نسبت کیا اوسے
جوں حدیثوں میں ہے ووں کہنا اوسے

تیسرا یہ ہے کہ تمہیدات میں
استعارات اور تشبیہات میں

ہور نئے مضمون کے کرنے میں تلاش
ہور لطیف انداز کے کرنے میں فاش

شاعری کا صرف اگر کرتا میں فن
دیتا وہاں جوں چاھئے داد سخن

ہوتا یہ نسخہ مطول بالضرور
ہمتیں مردم کے ہیں اب پر قصور

نیں ہے بالکل اون سے امید اس قدر
کہ پڑھیں وہ شوق سے یہ مختصر

پس کروں میں کس بھروسے پردراز
دیکر اوس کو شاعری کا برگ و ساز

اس کے باوجود اپنے کمال کی تعریف کی ہے

باوجود اس کے میں در بعضے محل
کر گیا ہوں خوب اس فن پر عمل

ہور سبھ اے بھائی اس نسخے بھتر
اور در دیگر رسایل سربسر

بہوت صفوت سے کہا ہوں شعر میں
دیکھہ ڈکہ انصاف سے اون سب کے تیں

کردیا ہوں اس کی میں ترکیب چست
ترجمۂ اخبار کا بولا درست

نیں کیا ہوں کچہ کم و بیش اس میں میں
صاحب فن بوجھے اس محنت کے تیں

اس کے بعد عربی، فارسی اور اردو زبان پر اپنی قدرت جتائی ہے اور سودا اور نصرتی پر تفاخر کیا ہے،

دیکھہ تو ھندی کتابوں کو سبھی
ہور قصاید ریختونکو دیکھہ بھی

کیوں ہیں سب الفاظ وہ زیر و زبر
خاص تازی فارسی اے باخبر

مجکو رب میرا دیا قدرت یتی
کہ کہے النصر منکیؤ نصرتی

کھولوں گر اردو کے بھاکے میں زباں
سود سب سودا کا ھوجاوے زیاں

جوں دیا ھندی میں جس مجھکو خدا
فارسی تازی میں یوں ایکا کیا

فخر نیں کرتا ھوں میں اے نیک نام
دیکھ تینو بات میں میرا کلام

یہ کتاب سنہ ۱۲۰۷ھ میں تالیف ہوی تھی اور اس کے کل
اشعار تین ہزار چار سو چھبیس ہیں'

درسن یک الف و دو صد اوز سات
فضل حق سے ختم پایا خوب دھات

ھینگے سب ابیات اس کے بے گماں
سہ ھزار و چار سو چھبیس جاں

اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ مدراس کے سرکاری قلمی کتب خانے
میں ھے' اس کے کاتب میر حسین علی کرمانی ہیں" ختم
کتابت کی تاریخ سلخ ذی الحجہ سنہ ۱۲۰۸ھ ھے' یہ نسخہ مصنف
کی زندگی میں لکھا گیا ھے' اور اس میں جو بین السطور
حواشی ھیں وہ غالبا مصنف ھی کے قلم سے لکھی گئی ھیں'

۷ — فرایدہ در فوایدہ ۔ یہ تقریبا ایکسو بیس صفحوں کا ایک
رسالہ ھے اس مثنوی کی ابتدا میں نثر میں ایک دیباچہ ھے'
اس کے بعد اصل کتاب کو ایک مقدمہ ستائیس فوائد اور ایک
خاتمہ پر تقسیم کیا ھے' اور ہر ایک فائدہ کے ماتحت ایک
خاص عنوان پر بحث کی ھے'

اس میں اقسام وحی کیفیت وحی ، نزول قرآن بر آسمان اول ، مدت نزول بر آنحضرت صلعم ، قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نازل ہونے کی وجہ ، مکی اور مدنی سور و آیات کی تفریق ، سور و اجزا و آیات کی تعداد اور ان کے نام ، فضایل و خصایص قرآن مجید ، جمع قرآن اور وہ اصحاب جنھوں نے اس کو جمع کیا ، ہر ایک صحابی کے قرآن کی ترتیب ، قرآت سبعہ ، اصحاب کرام میں قاریوں اور حفاظ کی کیا تعداد تھی ، آداب و عجائب تلاوت قرآن مجید ، وسعت معانی قرآن و اعجاز قرآن ، احادیث وحی کی ایک قسم ہے یا نہیں ؟ ان نیکوں کا بیان جن کو عرش کے نیچے جگہ ملیگی اور جن کو دو اجر ملینگے ، اولاد سیدانی کی سید نہیں ہے - سات چیزوں کا قبول کرنا سنت ہے اور ان کا پھیرنا مکروہ ہے ، سرور عالم نورہ لگاتے یا نہیں ، موم بتی کی شمع آنحضرت صلعم نے استعمال کی ، شرعی ضیافتیں کیا ہیں ، ان مضامین پر بحث کی ہے - مقدمہ میں فرماتے ہیں -

پس از حمد خدا و نعت مختار
میں لکھتا ہوں فواید کئے سن اے یار

نہیں ہر فائدے کو اس کے جوڑا
کروں جو وصف میں اس کا ہے تھوڑا

یہ نسخہ گرچہ ہے ہندی میں منظوم
بھی ہے اجمال سے ذکر اس کا مرقوم

ولے بحر ہدایت کا گہر ہے
طلسم گنج قرآن و خبر ہے

یقیں کے باغ کا وہ تازہ پھل ہے
رواق دین کا شمع بے مثل ہے

ہے ہندی کر کے اس کو سہل مت جان
بغور فکر اوس کی قدر پہچان

کر اس نسخے کو دن رات اپنا گلہار
تو رہ نت شوق دل سے اس کا بلہار

کہا دوں صاف اسے ہندی زباں میں
کیا نیں شاعری کچھہ اس بیاں میں

عوام الناس ہور عورات یکسر
کریں تا اس کو آسانی سے ازبر

ہے زبدہ کئی کتاب معتبر کا
خلاصہ ہے تفاسیر و خبر کا

فرائد در فوائد اس کا ہے نام
خدا اس کو کرے خوبی سے اتمام

یہ رسالہ سنہ ۱۲۱۰ھ میں تمام ہوا تھا جیسا کہ خود ہی خاتمہ میں ظاہر کیا ہے -

بحمد اللہ کہ یہ دل کش رسالہ
کہ قرآن و خبر کا ہے رسالہ

بہت جلدی ستے اتمام پایا
چھپے اسرار کو جلوے میں لایا

جسے ہے علم دیں ہور شوق جانی
کریگا اس کی پوری قدر دانی

تھے بارا سر پہ جب دس اے گرامی
بشہر صوم پایا ہے تمامی

تمام ابیات اس کے جو ہیں سب رس
ہوے ہیں یک ہزار وپاں صد و دس

تصدق سے محمد کے الہا
کر اس نسخے کے تیں مقبول دلہا

حیات و موت کر ملت میں اس کے
تو میرا حشر کر امت میں اوس کے

۸ — گلزار عشق - یہ مثنوی مصنف کی ایک معرکۃ الآرا تصنیف ہے ' اس میں رضوان شاہ اور روح افزا کے قصہ کو نظم کیا ہے ' رضوان شاہ چین کے بادشاہ کا قابل بیٹا تھا ' باپ کے انتقال پر سلطنت کا مالک بنا ' ایک دن شکار کیلئے نکلا ' ایک ہرن کا پیچھا کیا مگر وہ ایک چشمہ میں جاکر غایب ہوگیا ' رضوان شاہ اندر غوطہ لگانا چاہا ' اراکین سلطنت مانع ہوے ' آخر اس نے اس چشمہ کے کنارے ایک محل تعمیر کیا اور دن رات وہیں رہنے لگا ' ایک رات روح افزا باہر نکل آئی ' کچھ دیر صحبت رہی ' پھر جدائی ہوگئی ' آخر ایک مدت کے بعد دونوں ایک دوسرے سے ملے اور عیش و کامرانی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے '

اصل قصہ فارسی میں تھا ' منشی فایز نے سنہ ۱۰۹۴ ھ میں اس کو دکھنی میں نظم کیا تھا ' اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ اہل اسلام مدراس میں ہے ' اس کی زبان قدیم ہے اس کے کل صفحات ۲۵۴ ہیں اور ہر ایک صفحہ میں دو سطریں ہیں '

اب یہ نہیں معلوم کہ گلزار عشق کے لکھتے وقت فایز کی مثنوی پیش نظر تھی یا نہیں ' بہر حال آگاہ نے نصرتی کے گلشن عشق اور علی نامہ کو دیکھ کر ایک مثنوی کا تصور قایم کیا ' سنہ ۱۱۹۱ ھ میں اس کی ابتدا کی ' مگر چند سو

اشعار کے لکھنے کے بعد دوسری مشغولیتیں پیش آگئیں ' اور یہ مثنوی یونہی ادھوری رہ گئی ' آخر انیس برس کے بعد سنہ ۱۲۱۱ ھ میں اس کام کو ہاتھ میں لیا اور اس کی تکمیل کی چنانچہ خود ہی کہتے ہیں

تھے جب یک ہزار اور نرکم دو سو
بنا اس کا دیباچہ اے گرم رو

گذر گئے ہیں جب اس پر انیس سال
ہوا بدر کامل یہ زیبا ہلال

کیا اس کے بیتوں کو جب میں عدد
ہوے سہ ہزار اور پان سو نود

اس مثنوی میں قدیم دکھنی زبان کی بجاے صاف اور شستہ زبان اختیار کی ہے ' اس کی وجہ یہ تھی '

"جب زبان قدیم دکھنی اس سبب سے کہ آگے مرقوم ہوا ' اس عصر میں رائج نہیں ہے اسے چھوڑ دیا ' اور محاورۂ صاف و شستہ کو کہ قریب روز مرہ اردو کی ہے ' اختیار کیا ' صرف اس بھاکے میں کہنے سے دو چیز مانع ہوے ' اول یہ کہ تاثیر وطن یعنے دکن اس میں باقی ہے ' کیا واسطے کہ اجداد پدری و مادری اس عاصی کے اور سب قوم اس کی بیجاپوری ہیں ' دوسرے یہ کہ بعضے اوضاع اس محاورہ کے میرے دل میں بھاتے ہیں ' ازانجملہ یہ کہ تذکیر و تانیث فعل نزدیک اہل دکن کے تابع فاعل ہے ' اگر یہ مذکر ہے تو وہ بھی مذکر ہے اور اگر مونث ہے تو مونث یہ قاعدہ موافق قاعدۂ عربی کے ہے کہ سید السنہ ہے اور قیاس صحیح بھی اس کی تائید کرتا ہے برخلاف محاورۂ اردو کے کہ اس میں نسبت

فعل کی مفعول کی طرف کر مذکر کو مونث اور مونث کو مذکر کرتے ہیں"،

اس کی ابتدا میں نثر کے اندر ایک دیباچہ ہے جس میں دکن اور شمالی ہند کے اہل زبان اور محاورہ کی تفریق کی ہے اور دکھنی شعرا کو ان پر فضیلت دی ہے، اس کے چند اقتباسات اوپر نقل ہوچکے ہیں،

اصل مثنوی میں تمام عنوانات شعر میں قایم کیے ہیں مثلاً مناجات کا عنوان ہے

غنچہ دل کی عرض حیرانی
در حضور نسیم رحمانی

معراج کا عنوان ہے

ذکر معراج صاحب لولاک
پائیں جس کے سپر کے تئیں افلاک

زمانہ کی نا قدردانی کا شکوہ ان الفاظ میں کیا ہے،

یہ سب کچھ ہے لیکن کروں کیا علاج
نہ اس دور میں ہے ہنر کا رواج

ہے اب ہزل اور مسخرے کو قبول
ہنر ہے پتھر اور فضلت فضول

تفاخر میں ارذال ہیں جابجا
ندامت میں اشراف ہیں مبتلا

جہاں تک جو نوع مسلمان ہیں
سو تکلیف و محنت سے حیران ہیں

سب ہی ہاتھ سے غم کے پامال ہیں
اراذل جو ان میں ہیں با مال ہیں

پر اہل نجابت اوپر قہر ہے
حیات ان کی تلخی سے جوں زہر ہے

کرے کوئی اس وقت کیا ذکر شعر
کہ بدتر ہے دشنام سے ذکر شعر

کرے کوئی کیوں عزم تصنیف کا
ہو کس طرح سے شوق تالیف کا

اس کا ایک قلمی نسخہ یورپ کے کتبخانوں میں ہے

۹ — خمسۂ متحیرہ اوج آگاہی ' یہ حقیقت میں پانچ مثنویوں کا مجموعہ ہے ' جن کے نام یہ تھے (۱) صبح نوبہار عشق (۲) ندرت عشق (۳) غرقاب عشق (۴) حیرت عشق (۵) حسرت عشق ' اب تک اس کے نسخہ کا کہیں پتہ نہ چلا ' گلدستہ کرناٹک میں اس کا نام دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے کل ابیات کی تعداد چار ہزار پانچسو ہے '

۱۰ — روپ سنگار - یہ بھی ایک مشہور مثنوی تھی ' اس کا نسخہ بھی نایاب ہے ' صاحب تذکرہ گلدستہ کرناٹک نے اس کا تذکرہ کیا ہے '

۱۱ — روضۃ الاسلام ' یہ شافعی فقہ کے متعلق ایک منظوم کتاب ہے جس کو اپنی لڑکی کنیز فاطمہ کے لئے لکھا تھا - اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے

حمد ہے اس علیم بر حق کا
جو ہے فیاض علم مطلق کا

چاہا جس کو چلانے خیر کی راہ
کردیا اس کو فقہ سے آگاہ

جس پہ کرتا ہے اپنا فضل و کرم
اس کو کرتا ہے علم سے ہمدم

حمد و نعت کے بعد حضرت امام شافعیؒ کی تعریف کی ہے اور اپنی اردو تصنیفات ہشت بہشت ' فرایض در فوایض ' ریاض الجنان ' تحفۃ الاحباب ' تحفۃ النساء ' محبوب القلوب کو گنانے کے بعد لکھتے ہیں

اب میں لکھتا ہوں کچھ مسایل فقہ
تا خبر دار ہووے سایل فقہ

بعضے احباب اوس کے تھے خواہاں
چہتے تھے اوس کے تیں بصد دل و جان

خاصکر نور چشم و جان عزیز
نام ہے جس کا فاطمہ کی کنیز

دل سے شایق ہے علم دیں کی سدا
دیوے توفیق اسے زیادہ خدا

اس کا نام روضۃ الاسلام رکھا تھا۔ چنانچہ کہتے ہیں

نام اوس کا ہے روضۃ الاسلام
دیوے حق سب کوں اس سے نفع تمام

اس کے لکھنے سے غرض یہ ہے کہ عورتیں اس کو پڑھیں اور وہ لوگ بھی پڑھیں جو فارسی سے واقف نہیں ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں

تا یہ مذہب میں جتنے ہیں عورات
شوق سے اوس کے تیں پڑھیں دن رات

ہور وہ مرداں کہ فارسی نہ پڑھے
رہے پڑھنے میں اس بیاں کے اڑے

ابتدا میں امام شافعیؒ کے حالات و مناقب لکھے ہیں۔ اس کے بعد طہارت و نماز و زکواۃ و روزہ و حج کے عام فقہی

مسایل بیان کئے ہیں - معاملات کے متعلق ناسازی طبع کی
وجہ سے کچھ نہیں لکھا - چنانچہ خاتمے میں کہتے ہیں

ہیگا بحث معاملات دراز
طبع میری ہے ضعف سے نا ساز

ہووے گر عون مصطفی یا ور
اس بیان میں لکھوں کتاب دگر

اس کے کل اشعار دو ہزار چار سو چوبیس ہیں چنانچہ
کہتے ہیں

ہیں سب ابیات اس کے بے تلبیس
دو ہزار چار سو چوبیس

یہ کتاب سنہ ۱۲۱۴ ھ میں لکھی تھی - چنانچہ روضۂ دین و اسلام
۱۲۱۴ ھ
محمدی مذہب روضۂ دلنواز سے اس کی تاریخیں نکالی ہیں
۱۲۱۴ ھ ۱۲۱۴ ھ

۱۲ — دیوان ہندی - یہ مختلف اصناف نظم پر مشتمل ہے٬
اس کے قلمی نسخے دو جگہ پائے جاتے ہیں ایک جامعہ عثمانیہ
حیدرآباد میں اور دوسرا مکتبۂ ابراہیمیہ حیدرآباد میں ہے اس کی
ابتدا میں آگاہ نے بارہ صفحوں کا ایک معرکۃ الآ را دیباچہ لکھا ہے
س میں مختلف اصناف سخن پر بحث کی ہے اور بتایا ہے
کہ ریختہ فارسی کا تابع ہے٬ اس لیے اس کے ناظموں پر واجب
ہے کہ انواع سخن میں قوانین قوافی فارسی سے عدول
نہ کریں٬ اور کاف فارسی سے کاف عربی کو قافیہ نہ لائیں
اسی طرح یہ بھی لکھا ہے کہ عربی اور فارسی کے مشہور
لفظوں میں حرکات کا رد و بدل نہیں کرنا چاہئے٬ آگاہ نے

یہ دیوان غالباً اپنی آخر عمر میں ترتیب دیا تھا ' چنانچہ اس دیباچہ کے اختتام پر کہتے ہیں

" یہ حقیر نارس آگے تیس بتیس برس کے کیا فارسی اور کیا ہندی میں سب اقسام شعر میں نظم کیا تھا اور ان سب کو بعد انتقال حضرت مرشد قدس سرہ دھو ڈالا '

اس کے بعد اپنی تمام ہندی تصنیفات گنائی ہیں جن کا اوپر ذکر ہوچکا اس کے معنی یہ ہوے کہ یہ دیوان گلزار عشق کے جو سنہ ۱۲۱۱ ھ میں لکھا گیا ہے بہت بعد کو تیار ہوا ہے '

اس دیباچہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آگاہ نے کئی قصاید لکھے تھے ' ان میں سے چند قصیدوں کی خود ہی تعریف کی ہے ' چنانچہ کہتے ہیں '

" خصوصاً قصیدہ کافیہ کہ حضرت خیرالبریہ علیہ الصلوۃ و التحیہ کے شمایل قدسیہ با سلوب کنایت و مجاز کہا گیا ہے اور تصور میں ناظم کے منتہاے لطافت و رقت کو پہنچا و قصیدۂ لامیہ ہلالیہ کہ تشبیہات تازہ سے لبریز اور مضامین تلاش بلند آوازہ سے شور انگیز ہے ' صاحبان استعداد ان دونو قصیدوں کو غور سے دیکھیں اور داد دیویں "

پھر پہلے قصیدہ کے متعلق لکھتے ہیں

" قصیدۂ اول کہ حمد و سپاس حضرت قیوم اجل میں ہے عزوجل مشبب ہے ' اب تک عربی فارسی ہندی میں قصیدہ مشبب حمد میں اس عاصی کو نظر نہیں آیا "

آخر میں لکھا ہے

''مخفی نہ رہے کہ مدت سے مزاج درد مند کی اقسام اسقام سے پر گزندرہتی ہے' عجز و ضعف سے انواع کاہش سہتے اور مطالعہ دوا وین ہندی کا بکر کر بتیس برس گزر گئے اس صورت احتمال ہے کہ شاید کسی محل میں عدول اس محاورہ سے ہوا ہو'' اگر صاحبان انصاف دیوں پاویں خوردہ گیری نہ کریں بلکہ ترکیب دل نشین و مضامین رنگین پر من دھریں''

دیباچہ کے بعد دس قصیدے ہیں' پہلے قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔

رات کو جو خواب غفلت سے ہوا میں ہوشیار
صفحہ آفاق میں عبرت سے دیکھا بار بار

یہ تمام قصاید یا تو حمد و نعت میں ہیں یا حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی منقبت میں ہیں' اس کے بعد غزلیں' فرد' رباعیات' اور گیارہ قطعات ہیں' کچھ ہندی دوہے اور کبت بھی موجود ہیں'

پہلی غزل کا مطلع یہ ہے'

اے حسن و عشق کو ترے جلوہ سے ابتدا
ہر عین کو ہے تیری تجلی سے ابتدا

آخری غزل کا مطلع اور مقطع یہ ہے۔

زلف سیاہ کی ترے ہے کیا بکٹ کہانی
دشوار جس سے ہوئی دن رات نیند آنی

جب قدر دان سخن کا تیرے ہے عشق آگاہ
کیا غم ہے گر نہیں ہے کوئی اس کی قدر دانی

ہندی شاعری آگاہ کی ہندی شاعری کو تین ممتاز حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے' ایک تو وہ ہے جو خاص

عوام کیلئے عام فہم دکھنی میں لکھا گیا ہے ' ہشت بہشت معنوی ' رسالۂ عقاید ' تحفۃ النسا ' محبوب القلوب ریاض الجنان اور تحفۃ الاحباب اسی قبیل سے ہیں ' دوسرا وہ جو ادبی ذوق رکھنے والوں کیلئے لکھا گیا ہے ' اس حصہ میں آگاہ کی دو عشقیہ مثنویاں گلزار عشق اور خمسۂ متحیرہ اوج آگاہی داخل ہیں ' اس میں شستہ زبان استعمال کی ہے ' جو اردو زبان سے بالکل قریب تر ہے ' اس میں اور اردو میں فرق یہ ہے کہ فعل کو فاعل کا تابع قرار دیا ہے ' مفعول کا تابع نہیں جیسے کہ اردو میں نے کے استعمال کے وقت بنانا پڑتا ہے ' تیسرا وہ ہے جو خالص اردو زبان میں لکھا ہے ' اور جس کا نمونہ ہم کو ان کے دیوان ہندی میں ملتا ہے '

اول الذکر حصہ میں عام طورپر دکھنی الفاظ اور محاورے استعمال کیے ہیں ' جیسے بھتر = اندر ' بھار = باہر ' یتی = اتنی وغیرہ آگاہ نے فارسی حرف اور ترکیبیں بہت استعمال کی ہیں ' ان کی زبان میں بہت سے الفاظ ایسے ملتے ہیں جو آجکل متروک ہیں جیسے ہور ' کیتک ' لرک ' ٹک وغیرہ ' نیز ان کے کلام میں زوائد زیادہ پائے جاتے ہیں ' جس کی وجہ سے ان کا کلام بندشوں کے لحاظ سے چست اور مضبوط نہیں رہتا ' مگر معلومات کے لحاظ سے ان کی ہر یک کتاب بہت اہمیت رکھتی ہے '

دوسرے حصہ کی زبان بہت صاف اور شستہ ہے ' تاہم ان میں بھی عربی فارسی ترکیبوں کا استعمال زیادہ ہے ' اور متروک الفاظ بھی زیادہ ہیں ' مگر سلاست اور روانی پائی جاتی ہے ' اور شاعرانہ تشبیہات اور استعارات بہت عمدہ طورپر استعمال کیے ہیں '

تیسرے حصہ کی زبان تو خالص اردو ہے ' قصاید جذبات سے لبریز ہین ' الفاظ میں بھی شان و شکوہ پایاجاتا ہے ' طرز ادا بہت ہی عمدہ ہے ' غزلون میں فارسی کا تتبع ہے ' صحت زبان اور محاورہ کا بہت زیادہ خیال رکھا گیا ہے ' حسن و عشق کی واردات کے ساتھ معرفت اور تصوف کے خیالات بھی قلمبند کئے گئے ہین ' چنانچہ چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتیہین '

ہرگز وجود میں تو شریک آپ کو نجان
تقصیر یہ تری نہ کبھی ہووے گی معاف

دنیا ہے گندہ پیر کہ صحبت ہے اس کی زہر
نابالغوں کے تئیں نظرآتی ہے نو عروس

ہے پیار کا میرے سینہ میں بود و باش ہنوز
عجب ہے پھر مجھے اس کی ہے کیوں تلاش ہنوز

جلوہ اس کانہ رکھا کوئی تعین باقی
وہم باطل کا عبث ہمکو ہے پندار ہنوز

پیری میں کٹ گئی سب افسوس زندگانی
دیکھی کبھی نہ ہمنے ہوتی ہے کیا جوانی

ان کے چند اشعار ذیل میں نقل کیے جاتے ہین ' جن سے ان کے عام اشعار کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے ,

ہر اشک میرا تھا رشک یاقوت
ایسے کو تو خاک میں ملایا

کیا ہاتھ میں آیا ترے اے عشق ستمگر
جو ایسے دل کو تو اسطرح جلایا

ناکارہ و بیچارہ و آوارہ دل آگاہ
الحمد للہ ہرے دلدار کو بھایا

دادر ہے ترا تماشہ اے دل
اپنے کو تو کیا تراشا اے دل

خبر ہے کس کے آنے کی یہ گلشن
پڑی ہے چوطرف غل خیر مقدم

تکلیف سیر مجھ کو نہ دے ہرگز اے صبا
مانند بو مجھے ہے سفرنت وطن کے بیچ

نشہ میں تیرے جو سوگئے ہم
بے ہوش دوجگ سے ہوگئے ہم

میں ایک جینے سے اپنے ہوں تنگ آگاہ
جہاں دیکھئے جس کو تو ہے حیات لذیذ

میں تیری زلف کے پیچوں میں دل کا جویا ہوں
کہ اس اندھیرے میں وہ شب چراغ کھویا ہوں

خواب شیریں سے نہ شیریں کو جگایا افسوس
ہرزہ جولاں ہے عبث نالہ فرہاد ہنوز

ہے ان دنوں لب جاں بخش یاربر سر لطف
بشارت اے دل بیمار اب جیا تونے

قیامت نے خرام ناز تیرا دیکھ کر پیارے
کھڑے قدکی بلالیتی ہے تیرے بار بار آرے

اگاہ نے کئی جگہ سودا اور دوسرے شاعروں سے اپنا مقابلہ
کیا ہے ' ایک جگہ سودا کا مذاق اڑاتے ہیں '

ہیں ایک قطعہ میں سودا کے یہ دوبیت غریب
کہ معنی ان کے ز انصاف روبراہ نہیں

دیار ہند میں دو چار ایسے ہو گزرے
جنہوں نے ناز رکھا مضحکہ سے اپنے تئیں

چنانچہ خسرو و فیضی و آرزو و فقیر
سخن انھوں کا مثل کے ہے قابل تحسین

کہا میں سن کے عجب ہیگا یہ دو چار کا قید
کوئی ایسا حرف تعجب فزا سناهی نہیں

بہت سے گل کہ ہے ایران جن سے داغستاں
یہ گلزمیں ہیں گل جوش خندۂ شیریں

یہ سرخوشان معانی کا اوج موج خیال
سنے اگر مئے شیراز ہووے سرکہ جبیں

چنانچہ طوطی شکر شکن امیرحسن
جو ہم صفیر ہے خسرو کا اور قرب آئین '

دوسری جگہ لکھتے ہیں '

اس بند میں سودا کی خاطر ہے پریشانی
اپنے کو یزیدی کہ بیٹھا ہے یہ نادانی

اور لے چکا اپنے پر الزام یہ نصرانی
کہتا غرض اے یارو اس طرح یہ نادانی

میں ہوں تو نصاری سے یوں از رہ نادانی
پوچھا کہ مسلماں ہو بولا وہ ہے نصرانی

آگاہ گر سنے نہکیں نظم یہ تری
سودا کہے کہ شعر سے میرے نہک گیا

سر سودا یہ ترے شور سا ہے آگاہ
سلسلہ حشر کا برپا نہ ہوا تھا سو ہوا

اگر چہ یہ سخن بندی ہے آگاہ
نہ کرسکتا ہے ہر فہم اس کو ادراک

ہر مصرعہ رسا میرا طوبی سے ہے قرین
کاندھے پہ ہے دبیر فلک کے علم مرا

شعر کے گرچہ قلمرو کو میں چھوڑا آگاہ
عرب و ہند و عجم میں ہے مرا داب ہنوز

فردوسی ہوگیا ہے دم دلکشا ترا
آگاہ تیری طبع کو ہے فیض روض طوس

تلامذہ آگاہ کی فیض تربیت سے ان کے بہت سے شاگردوں نے شاعری میں بہت نام کمایا ' اس کی ایک مختصر فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے '

۱ ۔ نامی یہ آگاہ کے مشہور اور نامور شاگرد تھے ' ان کا نام غلام اعزالدین تھا ' نامی تخلص کرتے تھے ' یہ حامد علی خان گوپاموی کے فرزند ارجمند تھے ' سنہ ۱۱۸۱ھ میں پیدا ہوے ' آگاہ سے علم و فن حاصل کیا اور ان سے اپنے اشعار کی اصلاح لی ' ان کی شادی نواب سلطان النساء بیگم صاحبہ بنت نواب محمد علی خان بہادر کی لڑکی سے ہوی تھی ' حکومت وقت کی طرف سے ان کو مستقیم جنگ بہادر کا خطاب ملا تھا ' وہ اپنے استاد کی طرح شیعوں کی مخالفت میں پیش پیش رہتے تھے نواب عمدۃ الامرا بہادر کی تخت نشینی کے بعد ان کے ایک شعر پر گرہ لگانے کی وجہ سے کچھ دن کیلئے معتوب ہوگئے تھے ' لیکن آخر میں ان کو معاف کردیا گیا ' اور ان کو ملک الشعرا کا خطاب ملا ' وہ اردو فارسی اور عربی کے ماہر تھے اور تینوں زبانوں میں شعر کہا کرتے تھے ' فارسی اور اردو میں ان کی مختلف تصنیفات ہیں ' فارسی میں ساقی نامہ ' فردوس اعجاز یا میخانۂ کیفیت اور دو بادۂ نامی لکھی ہیں ' ان تینوں

کے قلمی نسخے گورنمنٹ اورینٹل مینوسکرپٹ لائبریری مدراس میں موجود ہیں، اپنے استاد کی زندگی میں آنحضرت صلعم کی وفات کے متعلق ایک مختصر نظم لکھی تھی، جس کا نام مدینۃ الانوار در رحلت سید الابرار ہے، یہ کتاب سنہ ۱۲۹۱ ھ میں چھپ چکی ہے، اس کی ابتدا میں اپنے استاد کی تعریف کی ہے،

منبع فیض مولوی باقر
عالم علم باطن و ظاہر

اس قدر علم کا ہے اس میں کمال
جس کی اس عصر میں نہیں ہے مثال

فقہ و تفسیر اور حدیث و سیر
اس کو اس علم میں ہے خوب خبر

اس سوا جو علوم ہیں مشہور
کر چکا ہیگا اس نے سب سے عبور

عربی فارسی میں کامل ہے
نظم اور نثر بیچ قابل ہے

ہیں تصانیف اس سے بے تعداد
اس زمانہ کا ہے بڑا استاد

عالم با عمل ہے وہ واللہ
اس کو کہنا بجا ہے حق آگاہ

سب فضایل میں بس گرامی ہے
ثانی جامی و نظامی ہے

علم تفسیر کا جو ہو راوی
بارک اللہ بولے بیضاوی

جب خبر میں صحیح ہے عالم
خوش ہے روح بخاری و مسلم

گر زمانے میں اس کے ہوتا کہیں
فخر کرتا امام فخر الدین

کرے اس کی سدا ثنا خوانی
عبد قاہر فصیح جرجانی

گو تھا سحبان ایک لاثانی
پر خجل ہو سن اس کی لسانی

مبتدا گر چہ سیبویہ ہوگا
یاں سے پھر نحو مبتداہوگا

علم تصریف میں تھا کب یہ ظرف
گو ابوبکر و عمر سب ہے صرف

گر ہو یاں عقل صایب و صائبی
نطق کو اس کے بھول فارابی

دیکھ کر اس کا حکمت سینا
وہیں ساجد ہو بو علی سینا

الغرض وہ ہے ایک بڑا فاضل
علم جو جو ہے ہے اسے حاصل

علم کا اس کے فیض ہے چو گرد
میں بھی ادنی اسی کا ہوں شاگرد

یارب اس کو سدا تو قائم رکھہ
نام اس کا جہاں میں دایم رکھہ

نامی نے سنہ ۱۲۱۱ ھ میں مثنوی نو بہار عشق سنہ ۱۲۳۳ ھ
میں مثنوی گنج قدرت لکھی تھی' پہلے میں شیریں فرہاد

کے قصہ کو نظم کیا ہے' دوسرے میں حضرت شاہ الحمید ناگوری قدس سرہ کے حالات و کرامات قلمبند کیے ہیں' یہ کتاب درحقیقت اپنے لڑکے کے خسر نواب امیرالملک عمادالدین محمد خاں بہادر کی خواہش پر لکھی تھی' امیرالملک موصوف جب ناگور گئے تھے تو اپنے ساتھ کنزالکرامات نامی ایک دکھنی رسالہ لائے تھے' نامی نے ان کی درخواست پر اس کو اردو میں نظم کردیا تھا' ان کے علاوہ لیلی مجنوں کے متعلق بھی ایک مثنوی اردو میں لکھی تھی' جس کا نام بہارستان عشق ہے۔ یہ کتاب عنقریب مدراس یونیورسٹی سے شایع ہوگی' نامی نے سنہ ۱۲۴۰ ھ میں وفات پائی اور اپنی مملوکہ زمین میں مدفون ہوے' ان کی قبر اب پریسیڈنسی کالج مدراس کے احاطہ میں جنوبی جانب واقع ہے'

۴۔ماجد محمد علی حسین' تاج الامرا' امیرالملک ذوالفقار الدولہ ظفر جنگ خطاب اور ماجد تخلص تھا' اور یہ تخلص آگاہ کا عطا کیا ہوا تھا' اور جب ان سے پرخاش ہو گئی تو ماجد نے اپنا تخلص بدل لیا اور اس کی جگہ حسین اپنا تخلص اختیار کیا' یہ نواب عمدۃ الامرا بہادر کے فرزند تھے' سنہ ۱۱۹۸ ھ میں پیدا ہوے تھے' اور مختلف اساتذہ وقت سے تعلیم پائی' آگاہ سے اپنے اشعار کی اصلاح لیا کرتے تھے' تھوڑی مدت کے اندر ماجد نے فن شاعری پر عبور حاصل کرلیا' اور واقعہ یہ ہے کہ خاندان انوریہ میں ماجد جیسا ذہین' نازک خیال اور تیز طبیعت شاعر نہیں پیدا ہوا' مختلف اساتذہ کے کلام پر تنقیدیں کی تھیں اور ان کے اشعار میں اصلاحیں دی تھیں' اس کی تفصیل تذکرۂ گلزار اعظم میں ہے' لیکن افسوس ہے کہ مروت نے اس کو زیادہ پھلنے پھولنے نہیں

دیا ' صرف اٹھارہ سال کی عمر تھی کہ سنہ ۱۲۱۶ ھ میں اپنے باپ کے انتقال کے صرف چھ مہینہ بعد وفات پائی '

امیرالملک ماجد نوجوان رفت "

ان کی تاریخ وفات ہے ' ماجد نے مختلف دواوین یادگار چھوڑے جو مختلف اصناف سخن پر مشتمل ہیں ' اس نوجوان کو کتابوں کے جمع کرنے کا بھی بڑاھی شوق تھا ' گورنمنٹ اورینٹل مینوسکرپٹ لائبریری مدراس کی کئی قلمی کتابوں پر " تاج الامرا " کی مہر لگی ہوی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں یہ کتابیں انہی کے کتب خانہ کی زینت بنی ہوئی تھیں '

۳ - فایق سید خیرالدین نام اور فایق تخلص تھا ' سید معصوم خان امامی کے فرزند تھے ' سنہ ۱۱۸۸ ھ میں ادگیر میں پیدا ہوے ' علوم متداولہ سے فارغ ہونے کے بعد شاعری کی طرف توجہ کی ' اور صنایع بدایع اور غوامض و دقات شعری پر عبور حاصل کیا ' آگاہ سے اپنے اشعار کی اصلاح لیا کرتے تھے ' اور اس کا اعتراف اپنے مختلف اشعار میں کیا ہے ' چنانچہ ایک جگہ کہتے ہیں '

بہ پیش حضرت آگاہ درسخن فایق
بچشم خویش گدازدز اضطرار اندگشت

فایق نے اپنے زمانہ میں شاعری کے اندر بڑا نام پیدا کیا ' آگاہ کی وفات کے بعد وہ استاد فن تسلیم کیے جاتے تھے ' اکثر شاعروں نے ان سے اصلاح لی ہے ' بعض ایسے کم سن شاعر جن کو آگاہ کی صحبت سے زیادہ فیض اٹھانے کا موقعہ نہیں ملا ' بعد میں فایق کے شاگرد ہوے اور ان کے فیض تربیت سے شاعری میں کمال حاصل کیا ' فایق نے سنہ ۱۲۴۲ ھ میں وفات پائی '

۴ ـ رایق غلام علی موسی رضا نام ، حکیم باقر حسین خان خطاب اور رایق تخلص تھا ، حکیم رکن الدین حسین خان نایطی کے فرزند تھے ، سنہ ۱۱۸۰ ھ میں محمد پور ارکاٹ میں پیدا ہوے ، فارسی کی تکمیل کے بعد عربی پڑھی ، نظم و نثر اور مشق سخن میں آگاہ کے شاگرد تھے ، طبابت ان کا پیشہ تھا ، انہوں نے گلدستہ کرناٹک کے نام سے کرناٹک کے شعراء کا ایک دلچسپ تذکرہ لکھا ہے ، سنہ ۱۲۴۹ ھ میں انتقال کیا تھا ،

۵ ـ معجز غلام محی الدین نام اور معجز تخلص تھا ، سنہ ۱۱۷۳ ھ میں آرکاٹ میں پیدا ہوے ، ان کے والد کا نام محمد ندیم اللہ نایطی تھا ، سنہ ۱۱۹۰ ھ میں معجز مدراس آئے ، اور آگاہ سے فارسی پڑھنی شروع کی ، وہ ان سے اپنے اشعار کی اصلاح لیتے تھے ، اور بہت جلد غوامض و نکات شعری میں کمال حاصل کرلیا ، فارسی زبان دانی میں آگاہ کے بعد معجز ہی کا درجہ تھا ، امیر الامراء بہادر نے ان کو اپنے فرزند نواب عظیم الدولہ کا اتالیق مقرر کیا تھا ، غلام عبد القادر ناظر مصنف بہار اعظم جاہی ، معجز ہی کے فرزند ہیں ، ناظر کو بھی آگاہ سے شرف تلمذ حاصل ہے ، معجز نے سنہ ۱۲۲۹ ھ میں وفات پائی ،

۶ ـ امداد میر امداد علی نام اور امداد تخلص تھا ، بلگرام میں پیدا ہوے تھے ، سنہ ۱۱۹۰ ھ میں مدراس آئے اور ایک مدت تک یہیں مقیم ہوگئے تھے ، طبیعت میں تیزی اور فکر میں جودت تھی ، الفاظ کی نشست اور بندشوں کی چستی سے خوب واقف تھے ، ہمعصر شعراء ان کی بڑی قدر کرتے تھے ، آگاہ بھی ان کے ذوق سخن کے بڑے مداح تھے ، جب وطن کا

سرد؛ سر میں سمایا تو اچانک یہاں سے نکل کھڑے ہوے اور وطن پہنچکر امیر الامرا بہادر کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھ کر روانہ کیا ' اس کو خود آگاہ نے پڑھکر سنایا اور اس قصیدہ کی بڑی تعریف کی ' جب امیر الامرا بہادر نے اس کا صلہ عنایت کیا تو آگاہ نے یہ روپیہ بذریعہ ہنڈی اپنے شاگرد کے نام روانہ کیا '

۷ ۔ انور نور الدین م ۔د نام ' نور الدین محمد خان بہادر حشمت جنگ خطاب اور انور تخلص تھا ' ابو المعالی خان گوپاموی کے فرزند تھے ' سنہ ۱۱۶۰ ھ میں ' نتھڑ نگر میں پیدا ہوے تھے ' نواب محمد محفوظ خان بہادر شہامت جنگ جو نواب محمد علی والاجاہ کے بڑے بھائی تھے ' انور کے نانا تھے ' انور نے اپنے اشعار کی اصلاح آگاہ سے لی تھی ' بہت فصیح و بلیغ اشعار لکھا کرتے تھے ' قوافی کی تلاش، میں بہت کوشش کرتے تھے اور نئے نئے قافیے باندھتے تھے ' سنہ ۱۲۱۲ ھ میں سل کے عارضے سے انتقال کیا ' اور شیخ محمد مخدوم ساوی کی گنبد میں دفن کیے گئے '

۸ ۔ رونق غلام محی الدین نام عارف الدین خان خطاب اور رونق تخلص تھا ' حافظ محمد معروف برھانپوری کے فرزند تھے ' سنہ ۱۱۹۲ ھ میں مدراس میں پیدا ہوے تھے ' فارسی اور عربی علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد غوامض و نکات شعری اور مشق سخن میں آگاہ سے بڑا فیض حاصل کیا تھا ' محاورات کے صحیح استعمال کی بڑی کوشش رہتی تھی ' محمد صادق خان ایرانی متخلص بہ کوکب کی صحبت میں مدت تک رہے اور فارسی محاوروں کا استعمال سیکھا ' ماجد کے یار

باشوں میں سے تھے ' جب عین عالم نوجوانی میں ماجد کا انتقال ہوگیا تو رونق ترک وطن کرکے حیدراباد چلے گئے ' پھر آخر عمر میں مدراس آئے اور اس بزم مشاعرہ کے رکن رکین مقرر ہوے جس کو نواب غلام غوث بہادر نے قایم کیا تھا

۹ - افصح حسین علی نام ' محمود علی خاں خطاب اور افصح تخلص تھا ' حاجی محمود علی خاں نایطی کے فرزند تھے ' طبیعت میں تیزی ' شوخی اور ظرافت تھی فن شعر میں باقر آگاہ سے تلمذ تھا ' ایک دن ایک غزل لکھی جس کا مطلع یہ تھا '

کرد دربار مولوی باقر
کفش بردار مولوی باقر

اس کو آگاہ کے سامنے پیش کیا اور دربار اور بردار جیسے الفاظ کی بہت دلچسپ شرح کی ' آگاہ نے اس کو بہت پسند کیا ' اور ان کے تخلص پر صاد کیا اور یہی اس غزل کا صلہ قرار دیا '

جب نواب عمدۃ الامرا بہادر سنہ ۱۲۱۰ھ میں تخت نشین ہوے تو ان کی تعریف میں افصح نے اردو میں ایک پر زور قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ تھا '

ہر ذرۂ بے قدر کو خورشید بنانا
یہ کام تو تیرا ہی ہے ممتاز زمانا

اور اس کو ملک العلماء مولانا بحر العلوم عبد العلی کی وساطت سے نواب صاحب کے گوش گذار کیا ' نواب صاحب اس کو سنکر بہت محظوظ ہوے اور افصح الشعرا کا شاہی خطاب عنایت کیا اور ایک قابل قدر انعام بھی عطا کیا '

۱۰ - والا سید ابو سعید نام ' سید ابو طیب خان خطاب اور والا تخلص تھا ' سید ابو طیب خان والا کے فرزند تھے ' سنہ ۱۱۹۰ھ میں رحمت آباد میں پیدا ہوے ' اور اساتذہ وقت

سے علوم متد اولہ کی تعلیم حاصل کی' آگاہ سے اپنے اشعار کی اصلاح لیتے تھے' آگاہ ہی نے ان کو یہ تخلص عطا کیا تھا اور یہ شعر لکھا تھا'

حظ واقی ببر از سیر چو بلبل والا
اولیں جوش بہار است گلستان ترا

آگاہ کے انتقال کے بعد رحمت آباد چلے گئے اور وہاں جناب مولوی شاہ رفیع الدین قندھاری کے ہاتھہ پر بیعت کی' سنہ ۱۲۵۲ھ میں آپ کے چھوٹے فرزند کا انتقال ہو گیا' والا کو اس کا ایسا صدمہ ہوا کہ وہ مدراس چلے آئے' اور یہاں بحر غم اور آیۂ رحمت کے نام سے دو مثنویاں لکھیں' اور نثر میں خواجہ رحمت اللہ قدس سرہ کے حالات زندگی پر بحر رحمت کے نام سے ایک رسالہ لکھا' سنہ ۱۲۶۴ھ میں وفات پائی' اور متیال پیٹ مدراس کی مسجد کے صحن میں مدفون ہوے خوشنود نے ان کی تاریخ وفات "العاقبۃ للمتقین" کہی تھی' بحر غم کا ایک نسخہ کتب خانہ اہل اسلام والا جاہ مدراس میں ہے'

۱۱ ۔ شایق غلام محی الدین نام شایق علی خان خطاب اور شایق تخلص تھا' شاہ احمد ابو تراب کے فرزند تھے' ان کے آباء و اجداد بیدر کے رہنے والے تھے' لیکن آپ کے دادا نے ادگیر میں سکونت اختیار کر لی تھی اور شایق وہیں سنہ ۱۲۰۳ھ میں پیدا ہوے اور جب مدراس آئے تو آگاہ سے فارسی پڑھی' اس کی تکمیل کے بعد اپنے اشعار کی اصلاح فایق اور والا سے لیتے تھے' ریختہ کے لئے اظفری اور میر شاہ حسین حقیقت کی شاگردی اختیار کی' مرج البحرین' روضہ قدسیان' مثنوی رشک بہشت دیوان فارسی اور دیوان ہندی ان کی تصنیفات سے ہیں سنہ ۱۲۴۹ھ میں وفات پائی'

۱۲ شایان محمد اسلم خان نام اور شایان تخلص تھا، علی احمد خان نایطی لوہکڑی کے فرزند تھے، آرکاٹ میں پیدا ہوے تھے، پھر مدراس آئے اور مختلف اساتذہ سے عربی اور فارسی پڑھی، آگاہ سے حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی، خوشنویسی میں کمال پیدا کیا تھا، مسائل التعلیم شرح منہج التقویم، شرح منہاج فارسی در فقہ، وقایع حیدری، عین المصادر، گلدستہ مناقب، مثنوی گداز دل، مثنوی ظفر نامہ ان کی تصنیفات سے ہیں، سنہ ۱۲۳۴ھ میں انتقال کیا،

۱۳ = فدا غلام حسین نام اور فدا تخلص تھا، مومن علی خان حیدرآبادی کے لڑکے تھے، حیدراباد سے مدراس آئے تھے اور آگاہ سے اپنے اشعار کی اصلاح لی تھی اور نظم و نثر کے لکھنے کی اچھی استعداد پیدا کی تھی،

۱۴ = ناصر صفی الدین محمد خان نام اور ناصر تخلص تھا، قادرعلی خان بہادر کے لڑکے اور آگاہ کے بھتیجے تھے، سنہ ۱۱۹۸ھ میں مدراس میں پیدا ہوے آگاہ سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر معجز سے ان کی تکمیل کی، کچھ دنوں تک اپنا کلام آگاہ کو دیکھاتے رہے، ان کے انتقال کے بعد فایق کی شاگردی اختیار کی، پھر حیدراباد چلے گئے اور وہاں طبابت کا فن سیکھا۔ پھر مدراس آکر مولوی شرف الملک بہادر مدار المہام ریاست کرناٹک کی لڑکی سے شادی کی، بڑے خلیق اور بامروت ادمی تھے، حاضر جوابی میں بہت مشہور تھے، بڑے خوش وضع اور خوددار آدمی تھے، اپنی زندگی عزت اور وقار کے ساتھ گذاری آخر سنہ ۱۲۴۳ھ میں انتقال کیا اور حیدراباد میں شاہ یوسف قدس سرہ کی درگاہ میں مدفون ہوے

۱۵ - احقر سید نظام الدین نام اور احقر تخلص تھا ، سید عبدالقادر خوشنویس کے فرزند تھے ، سنہ ۱۲۰۰ ھ میں مدراس میں پیدا ہوئے فارسی کی درسی کتابیں آگاہ سے پڑھیں پھر ان کی تکمیل معجز ، نامی اور اظہری سے کی ، فن شعر گوئی میں بھی انہی حضرات سے استفادہ کیا تھا ، اپنے والدسے خوشنویسی اور نقاشی کا فن حاصل کیا تھا ، کرناٹک میں سرکاری خدمات پر مامور تھے ، بعض حاسدوں کی شرارت سے مجبور ہوکر سنہ ۱۲۲۳ ھ میں اپنی ملازمت سے استعفا دیا اور ملیبار چلے گئے ، وہاں راجہ رام راج بہادر شمشیر جنگ نے ان کی بڑی آوبھگت کی اور ان کو اپنے دفتر کا میر منشی مقرر کردیا ، وہ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے ، ایک چھوٹاسا دیوان بھی مرتب کیا تھا ، اور نظام الانشاء کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا ،

ذیل کی رباعی احقر ہی کی ہے ،

احقر ز جہاں وفا نہ جوئیم بجا است
دست از ہوس وطمع نہ شوئیم خطا است
این ہستی ماراکہ چونقش است بر آب
گرہم نفس حباب گوئیم روا است

احقر آخر وقت تک ملیبار میں رہے ، مگر اپنے ادبی ذوق کو برباد ہونے نہیں دیا ، وہ تذکرۂ گلزار اعظم کی تصنیف سنہ ۱۲٦۹ ھ تک زندہ تھے ،

ختم شد

۳ ـ شواکل الحور فی شرح ھیاکل النور

ملاجلال الدین دوانی نے شیخ الاشراق شہاب الدین سہروردی مقتول کی کتاب ھیاکل النور کی عربی میں شرح کی تھی ـ مصنف نے عربی مقدمہ اور حواشی کے ساتھ اس کو مرتب کرکے شایع کیا ھے ـ ضخامت ۲۵۷ صفحے قیمت گیارہ روپئے بارہ آنے کیوریٹر گورنمنٹ اورینٹل مینوسکرپٹس لائبریری مدراس ۵ سے ملیگی

۴ ـ مختصر تاریخ ھند مورلینڈ اور چٹرجی کی مشہور و معروف تاریخ اے شارٹ ھسٹری آف انڈیا کا شگفتہ اور شستہ اردو ترجمہ ضخامت ٦٦٨ صفحے قیمت پندرہ روپیہ

۵ ـ نامعلوم انسان ڈاکٹر الکسس کیرل کی مشہور و معروف تصنیف ''میان دی ان نون'' کا سلیس اور با محاورہ اردو ترجمہ ـ مترجم نے انگریزی کی جدید اصطلاحات کا بہترین ترجمہ کیا ھے معارف اعظم گڈھ ' برھان دھلی ' نگار لکھنو اور نوائے ادب بمبئی میں ان دونوں ترجموں کی بڑی تعریف کی گئی ھے ـ ضخامت ۳۷۸ صفحے ـ قیمت پندرہ روپیہ

٦ ـ کلیات ابجدی حصہ چہارم ـ ملک الشعرائے کرناٹک میر اسمعیل خان ابجدی المتوفی سنہ ۱۲۰۳ ھ نے خاقانی کی مثنوی تحفۃ العراقین کی فارسی میں شرح کی تھی ـ مصنف نے اس کو مرتب کرکے شایع کیا ھے اس حصہ میں ابجدی کی ایک مختصر اردو مثنوی حقیقت نامہ بھی شامل ھے ضخامت صفحے ۳٦۲ قیمت بارہ روپیہ

۷ ـ مثنوی نوبہار عشق ملک الشعرائے کرناٹک نواب غلام اعز الدین خان بہادر مستقیم جنگ نامی المتوفی سنہ ۱۲۴۰ھ نے فارسی اور اردو میں بہت سی مثنویاں لکھی تھیں ـ اس اردو مثنوی میں نامی نے خسرو شیرین کا مشہور قصہ نظم کیا ھے ـ ایک بسیط مقدمہ کے ساتھ اس کو مرتب کرکے شایع کیا گیا ھے ـ ان کی دوسری مثنویاں بھی یکے بعد دیگرے مدراس یونیورسٹی کی طرف سے شایع کی جائینگی ـ ضخامت ۱٦۴ صفحے قیمت ساڑھے آٹھ روپیہ

نوٹ نمبر ۴ ـ ۵ ـ ٦ ـ ۷ ـ رجسٹرار مدراس یونیورسٹی سے ملینگی

اھم اطلاع مولانا باقر آگاہ کی عربی تصنیفات کا ایک مستند نسخہ زیر ترتیب ھے ـ ضروری مقدمہ اور حواشی کے ساتھ عنقریب مدراس یونیورسٹی کی طرف سے شایع ھوگا ـ